ملنے کا پتہ: کتابیں ایس۔ غفور بخش خواجہ بخش تاجر کتب و مالک الیکٹرک ابوالعلائی پریس چوراہہ نائی منڈی آگرہ سے منگوائیے

۷۸۶

لچک ہے شاخوں میں جنبش ہوا سے پھولوں میں
بہار جھول رہی ہے خوشی سے جھولوں میں

ناول

مالن کی بیٹی

ایک اور بے مثل اخلاقی ناول جسمیں ملک نیپال کا ایک سچا واقعہ نہایت پرجوش اور موثر پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے یہ اپنے ڈھنگ کا پہلا ناول ہے جسمیں ایک واقعہ رزمیہ اور بزمیہ دونوں پیرایوں میں دکھایا گیا ہے

مصنفہ ڈاکٹر لکشمیدت صاحب عابر مصنف سپاہی کی دلہن بہشت بریں۔ ایران کی شہزادی۔ اٹھتی جوانی وغیرہ

بعد حصول جملہ حقوق دائمی باہتمام ایس۔ ریاض الدین

الیکٹرک ابوالعلائی پریس آگرہ میں چھاپا گیا

قیمت ۔/ مجلد

مالن کی بیٹی

پہلا باب

ہائیں ہیں کوئی دیکھ لیگا

ہمارا دلچسپ ناول سنہ ۱۸۳۳ء سے شروع ہوتا ہے جس زمانہ کا ہم ذکر کر رہے ہیں
اُن دنوں ریاست نیپال میں میری دیو پٹھان کے علاوہ ایکی رجہ کا پہاڑی علاقہ
میں تعلق تھا بوجہ کافی عقل نہ ہونے کے یہ اقوام جہالت میں پڑی ہوئی تھی صرف
خاندان امرا تک ہی محدود تھا اور دولتمند ورئیس اسی خیال میں محو تھے کہ خدا
نے غریب آدمی امیروں کی خدمت کے لئے پیدا کئے ہیں بردہ فروشی عروج
پر تھی تہذیب و شایستگی کا خاتمہ ہو چکا تھا۔
انسان حیوانوں سے زیادہ سنگدل و بیرحم ہو گئے تھے ان دنوں اس کوہستانی
سلطنت کا پایۂ تخت شہر سیبنا تھا اسمیں اسوقت ایسی آبادی تھی کہ جس میں
انسانی زندگی کسی قدر بہ آرام بسر ہو سکتی تھی اس لئے ہم اپنے ناظرین کو شہر
سیبنا کی سیر کرانا چاہتے ہیں یہ شہر عین کوہ ہمالیہ میں داخل ہونے کی وجہ سے
کچھ تو قدرتی ہی خوبصورت ہے اور پایۂ تخت ہونے سے اس کی دولت و
بھی بڑھ گئی تھی شہر کے عین وسط میں شاہی محل کھڑا ہوا بڑے بڑے فرحت نام
عمارات پر حکومت کر رہا ہے محل کے چاروں طرف چار بازار فراخ ہیں جن میں

دوکانیں شان وشوکت کے ساتھ موجود ہیں سینا کے چاروں طرف شہر پناہ
سنگین بنی ہوئی ہے اور بازاروں کے اختتام پر ایک ایک صدر دروازہ
موجود ہے شہر سے تقریباً نصف میل کے فاصلہ پر شاہی باغ ہے جس
ہیں ایک ضعیف مالن رہتی ہے گو اور بھی بہت سے باغبان رہتے ہیں
مگر سب اسی ضعیفہ کے ماتحت ہیں ہر روز صبح وشام پھول و سبزی شاہی
خاندان کے لئے لیجایا کرتی ہے اس ضعیفہ کی ایک حسین لڑکی ہے جس کی
عمر اسوقت پندرہ سال کی ہوگی۔ میانہ قد۔ نازک بدن۔ بیضاوی چہرہ
رنگ گورا۔ بڑی بڑی آنکھیں نرگس کو شرمانے والی نازک قدرے سرخی
لئے ہوئے رخسارے کشادہ پیشانی۔ شیریں آواز اس لڑکی کا تارا نام
بھی ایسا دلکش ہے جیساکہ حسن وجمال تارا اپنے مکان سے جوکہ اسی باغ کے
گوشہ میں بنا ہوا ہے بہت کم باہر نکلتی ہے گو ایک مالن کی لڑکی ہے۔ مگر
شریف زادیوں کے حسن وجمال سے برتر ہے صرف صبح وشام گلزار میں گشت
کرتی نظر آتی ہے ورنہ عید کا چاند بن گئی ہے بسا اوقات شریف زادیوں
نے مالن کی اس لڑکی کے اطوار پر سخت وسست بھی کہا مگر تارا نے اپنی
عادت نہ چھوڑی۔ فروری کا دلکش مہینہ ہے خودرو پھولوں نے چھیڑ چھاڑ
کردی اس حصہ کو ولنے جوکہ سینا کے مقابل ہے برف کسی نرم دل معشوق
کی طرح پگھل چکی ہے سبز درختوں نے حیا کے برقع اتار دیے ہیں
چھوٹے نازک پودے سیر کرنیوالوں کو صبا کی ترغیب سے جھک کر
سلام کررہے ہیں آفتاب ہر روز صبح کی شبنم سے منھ دھوکر نکلنے لگا
ہے مہر خاں سینا کا جوبن زوروں پر ہے اور آج ۵ فروری کو
بسعد کا روز پیدائش ہونیکی وجہ سے شہر نہایت ہی آراستہ کیا گیا ہے شاہ
سینا کی اسوقت پچاس سال کی ہوئی لیکن جوانی کے دہی دور دورے ہیں راجہ
جیپال کا ایک لڑکا ہے جسکو اکیسواں سال شروع ہوا ہے خاندان کے لوگ

کنور جی کے نام سے یاد کرتے ہیں گو اسکا اصلی نام شمشیر جنگ ہے کھتری خاندان
سے ہونیکا فخر کنور کو حاصل ہے اور ماشاء اللہ طبیعت بھی ایسی ہی پائی ہے
حسن و جمال میں یکتا خیال کیا جاتا ہے دراز قد۔ گورا رنگ شکل سے بھولا
پن ظاہر۔ گھونگروالے بال پتلے پتلے ہونٹھ لعل بدخشانی کا جواب گو
معمولی لباس میں بھی حسین معلوم ہوتا ہے لیکن آج سالگرہ ہونیکی وجہ سے
زعفرانی رنگ کی پوشاک زیب تن ہے اب جبکہ آفتاب چشمۂ صبح میں
اپنا منہ دھو کر شہر سینا میں سالگرہ کا جشن دیکھنے کے لئے آن پہونچا ہے
باد صبا کسی کی زلف عنبریں کو چھوڑ کر ابھی ابھی محل میں داخل ہوئی ہے ہمارا
ہیرو لباس زیب تن کئے ہوئے محل میں بیٹھا ہے اور بھولے پن کی امنگ
میں کچھ گا رہا ہے طبیعت از حد بشاش ہے اور محل میں سالگرہ کی تیاریاں
ہو رہی ہیں ابھی شہزادہ خلوت گاہ سے باہر نہ آیا تھا کہ دربان نے اندر جاکر
اطلاع دی کہ مالن پھولوں کا ہار پہنانے آئی ہے کنور نے مالن کو اندر آنے کی
اجازت دی لیکن جونہی ایک کمسن نے اندر قدم رکھا تو شہزادے کے ہوش
باختہ ہوگئے یہ کون تھی۔ ناظرین یہ مالن کی بیٹی تارا ہے چونکہ آج مالن کی
طبیعت علیل تھی اور سالگرہ کا دن تھا بہت سے انعام و اکرام کی امید تھی اس
لئے مالن نے تارا ہی کو محل میں بھیجدیا تارا کے لئے یہ پہلا ہی موقع محل میں
آنے کا تھا۔

کنور۔ (دل ہی دل میں) اہیں مالن کی بیٹی کو محل میں آنیکی اجازت دی تھی نہ کہ
دل میں خیر جو کچھ ہو اسو ہوا یہ خانۂ دل ایسے ہی مہمانوں کے لئے بنا ہے
(تارا سے مخاطب ہوکر) تمھارا نام کیا ہے میں نے پیشتر تمھیں کبھی نہیں دیکھا۔

تارا۔ حضور میرا نام تارا ہے اور میں مالن کی بیٹی ہوں ہار پہنانے آئی ہوں
ہار گلے تک لیجا کر) لیجئے پہنئے۔

کنور۔ (ہاتھ پکڑ کر) آہا ہا یہ ہاتھ چوم لینے کے قابل ہیں۔

تارا - ہیں ہیں مجھے چھوڑ دو کوئی دیکھ لیگا۔

کنور - تو تمھیں کیا انعام دوں۔

تارا - جو حضور چاہیں۔

کنور - اب اور کیا انعام چاہتی ہو دل سی بیش بہا چیز تو نذر کر دی۔

تارا - (شرما کر) ہمیں یہ بات اچھی نہیں لگتی ہے۔

کنور - ہاں دل لیکر تو یوں ہی کہو گی۔

تارا - اچھا اجازت دیجئے۔

کنور - جاتی تو ہو مگر میرے دل کو ہوشیاری سے سنبھال کر رکھنا۔

تارا - آپ کیسی باتیں کرتے ہیں رعیت کی بہو بیٹی سے یہ دل لگی مناسب نہیں۔

کنور - آہ تارا تو نے مجھے مار ڈالا میں تو اس درد سے اصلاً واقف ہی نہ تھا۔

تارا - (شرما کر) آہ میں کس پہ الزام رکھوں۔

کنور - تو کیا دونوں طرف آگ لگی ہے

تارا - آگ لگے دشمنوں کے گھروں میں۔

کنور - پھر کب دیدار نصیب ہوگا۔

تارا - اے ہے میرا آپکا کیا تعلق شریف ہو کر آپ کیسی باتیں کرتے ہیں کنواری لڑکیوں سے یہ گفتگو اگر کوئی بھلا مانس سُنے تو کیا کہے۔

کنور - پھر وہی سرد مہری۔

تارا - نہیں نہیں تابعدار ہوں سرد مہری کیسی

کنور - تو کیا تم مجھے یوں تباہ کر کے چلی جاؤ گی۔

تارا - یہ بتاؤ کہ میں زیادہ کیوں کر ٹھہر سکتی ہوں اب جاتی ہوں انعام دلوائیے

کنور - ہار تو گلے میں ڈال جاؤ۔

تارا - خود ہی پہن لو اب میں نہ پہناؤں گی۔

کنور - تو انعام کس بات کا لو گی ہاں ہیں سمجھا ایک بیا خیفہ دل کو چھپ چھپ کر دیا اب انعام

اسی نیک کام کا مانگتی ہو۔

تارا (ہار گلے میں ڈالکر) لیجئے اب تو انعام دلوائیے۔

جوں ہی تارا ہار گلے تک لیگئی کنور نے جھٹ ہاتھ چوم لیا۔

کنور۔ (ہیرے کی کنی کی انگشتری دیکر) یہ لو بطور نشانی اپنے پاس رکھنا۔

تارا۔ اور اماں کو کیا دوں گی وہ شبہ نہ کریں۔

کنور (ایک ہزار روپے کی تھیلی دیکر) یہ لو۔

تارا۔ تو اجازت ہے۔

کنور۔ دل تو نہیں مانتا اچھا کبھی کبھی آیا کرو۔

یہ سنکر تارا نے بمشکل قدم باہر رکھا اس کا نظروں سے غائب ہونا تھا کہ شہزادہ عشق کھا کر گر پڑا لیکن شکر کا مقام تھا کہ اسوقت کوئی پاس نہ تھا۔

دوسرا باب

جہاں بجتے ہیں نقارے وہاں ماتم بھی ہوتے ہیں

آفتاب سر پہ آگیا شادیانے بجنے لگے اور امیر وزیر دربار میں جمع ہونے لگے ہر طرف سے مبارکباد کی صدا آنے لگی اہل دربار شہزادے کی راہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگے جب بہت دیر ہو گئی اور شہزادہ نہ آیا تو راجہ نے اپنے وزیر کو بھیجا کہ شہزادے کو بلا لائے جب وہ وزیر خلوت گاہ میں پہونچا تو وہاں عجب رنگ دیکھا کہ کنور فرش پہ پڑا آہستہ آہستہ کچھ کہہ رہا ہے۔ وزیر نے کان لگا کر سنا لیکن کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ شہزادہ کو آواز دی تو چونک اٹھا اور کہا۔

کنور۔ کون ہے۔ ہے پیاری تارا کیا تم آگئیں۔

وزیر۔ ہیں کون تارا۔ اجی آپ کس خیال میں ہیں کل درباری آپ کا راستہ دیکھ رہے ہیں چلئے بہت دیر ہو گئی۔

کنور۔ آنکھیں کھولکر! میں نے کیا کہا؟ اوخو! انسان خواب میں کیا کیا کہہ جاتا ہے

وزیر۔ نہ معلوم آپ کیا کہہ رہے تھے خیر اب جلد چلئے راجہ صاحب نے یاد فرمایا ہے

کنور۔ اب میں کیا چلوں میرا پیارا۔

یہ کہکر کنور پھر غش کی حالت میں ہو گیا اور وزیر دیکھتا رہ گیا کہ یہ کیا ماجرا ہے ہر چند شہزادہ کو ہوش میں لانے کی کوشش کی لیکن ناکامیاب ہوا تو دربار میں آیا اور راجہ صاحب کو خبر کی کہ شہزادے صاحب کی طبیعت بہت علیل ہے یہ خبر سنتے ہی کل حاضرین دریائے یاس میں غرق ہو گئے تمام خوشی غم سے تبدیل ہو گئی راجہ پیادہ پا دوڑا ہوا آیا بیسیوں حکیم وسیانے آئے بہتیرا علاج کیا گیا لیکن ہوش نہ آیا کسی نے دلی امراض کا ہونا بتایا کسی نے آسیب خیال کیا لیکن اصل مطلب کسی کی سمجھ میں نہ آیا تمام شہر میں غل مچگیا ہر طرح کے علاج کئے جب تین بج گئے تو شہزادے نے آنکھیں کھولیں تو اپنے گرد آدمیوں کا ہجوم دیکھ کر گھبرایا۔

راجہ۔ کیوں بیٹا کیا بات ہے۔

کنور۔ کچھ نہیں اچھا ہوں آپ گھبرائیے نہیں۔

راجہ۔ کل شہر میں کہرام مچگیا تمھیں خبر بھی ہے۔

کنور۔ مجھے کیا سنائی دے میرے دلمیں الگ کہرام مچ رہا ہے۔

راجہ نے اس فقرہ پر کچھ توجہ نہ کی محلوں میں اسکی خبر کرادی سب کی طبیعتیں بشاش ہو گئیں لیکن دن بدن کنور کی حالت ابتر ہوتی گئی اور چہرہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں ہنسی دل لگی کافور ہو گئی تمام دن اپنے خیال میں محو ہونیلگا وہ گلاب سا چہرہ مرجھا گیا یہ حالت دیکھ کر راجہ کو ازحد فکر ہوئی کنور کے دوستوں سے کہا کہ تم اصلی راز دریافت کرو لیکن کسی کو کچھ بھی نہ معلوم ہوا دن بھر باغ میں پڑا رہتا رات کو مشکل گھر آتا جب متواتر چار ماہ گذر گئے تو راجہ کو شبہ ہوا اور چاروں طرف جاسوس مقرر کر دئے۔

تیسرا باب

سودائے جنون

شب فراق سے بچنے کے لئے آفتاب خانۂ مغرب میں جا چھپا ہمالیہ کے خوشگوار ہوا کے جھونکے عاشقوں کے زخموں پر نمک چھڑکنے لگے مہتاب اپنی سانولی معشوقہ کو پاس بٹھا کر جام پر جام اُڑانے لگا سیکڑوں خوشنما پیالے ارد گرد رکھے ہیں تاریکی کسی معشوق کی زلف سیاہ سی لگنے لگی ہے تھوڑی سی دیر میں ابر کے ٹکڑے آسمان پر ادہر ادہر دوڑنے لگے اور سنسان ہو گیا شہر سینا کے دروازے بند ہو گئے روشنی کسی معشوق باحیا کی طرح نظروں سے غائب ہو گئی اسوقت شاہی باغ میں ہمارے خیالات لے آ کر بسیرا کیا جہاں کہ مالن اور اوس کی لڑکی بیٹھی آپس میں گفتگو کر رہی ہیں۔

بیٹی تارا میں تو چار ماہ سے دیکھتی ہوں کہ تمھارا چہرہ مرجھا سا گیا ہے تم جانتی ہو کہ بجز میرے تمھارا غمخوار یہاں کون ہے جو تمھارے رنج میں شریک ہو سکے اگر تم مجھ سے بھی کوئی امر پوشیدہ رکھو گی تو اچھا نہ ہوگا۔

تارا - اماں کچھ یونہی طبیعت اوداس رہتی ہے۔

مالن - آخر کوئی سبب تو ضرور ہوگا۔

تارا - ہاں سبب تو ہر ایک بات کا کچھ نہ کچھ ضرور ہے لیکن میں تم کو یہ سبب بتا نہیں سکتی۔

مالن - اگر مجھے نہ بتاؤ گی تو اور کون بیٹھا ہے جس سے اپنا حال کہو گی۔

تارا - اماں مجھے معاف کرنا میں ایسی بیحیا بن گئی ہوں لیکن چونکہ تم مجھے مجبور کرتی ہو اسلئے صاف صاف کہتی ہوں اور میری حالت قابل رحم ہے کیونکہ میں بہکی جاتی ہوں۔

مالن - (سہم کر) ہیں کیا ہے۔

تارا - بس یہی کہ تم سنکر میری صورت سے بیزار ہو جاؤ گی اور دلی نفرت پیدا ہو جاوے گی۔

مالن - بیشک شریف زادیوں کے لیئے تو اس سے مرنا بہتر ہے تارا یہ خیال مت کرو کہ تم مالن کی لڑکی ہو اس لئے رذیل ہو نہیں نہیں تمہارے جسم میں ایک شریفانہ خون موجود ہے۔

تارا - (شرم سے سر جھکا کر) ہاں۔

مالن - خیر جو ہوا سو ہوا اب یہ بتاؤ کہ کس پر دل آیا اگر ہماری ذات کا ہو اتو شادی کی فکر کرونگی - آخر تمھاری شادی بھی تو کرنی ہی ہے۔

تارا - کنور . . . . . .

کنور کا نام سنتے ہی مالن کی مایوسی خوشی سے تبدیل ہو گئی چہرہ پر بشاشت کے آثار نمایاں ہو گئے اور منہ پھیر کر مسکرانے لگی تارا یہ حالت دیکھ کر حیران رہ گئی اور اس معمہ کے حل کرنے میں مصروف ہوئی بہت سوچا لیکن کچھہ سمجھہ میں نہ آیا۔

مالن - اگر یہ معاملہ ہے تو میں اپنی بڑی خوش نصیبی سمجھتی ہوں ابھی مالن اور تارا میں اسی قسم کی گفتگو ہو رہی تھی کہ کسی نے دروازہ پر دستک دی اور تارا نے جونہی دروازہ کھولا اور نووارد سے آنکھیں چار ہوئیں تو بے اختیار آہ کا نعرہ زبان سے نکلگیا - ناظرین حیران ہونگے کہ اسوقت اس تاریکی میں ضعیفہ کا کون آ گیا لیکن حیرت کا مقام نہیں سودائے جنون برا ہوتا ہے عشق کی عجیب حالتیں ہیں نووارد حضرت عشق کا مارا کنور تھا یہ وہی شہزادہ تھا جو ناز سے کبھی قدم زمین پر نہ رکھتا تھا - آہاہا محبت تیرے کرشمے۔

مالن - آئیے آئیے اسوقت کیسے تکلیف گوارا کی۔

کنور - گھر پر طبیعت گھبرائی تو سوچا کہ باغ کی ہی سیر کر آؤں۔

مالن تو تاڑ گئی تھی ادہر ادہر کی باتیں کرکے اس کمرہ سے اٹھہ کر باہر چلی گئی اور اب شب تاریک تھی اور عاشق و معشوق۔

کنور۔ (گلے میں ہاتھ ڈالکر) آہ پیاری تو نے میرا گھر تباہ کرکے عیش و آرام کو خاک میں ملا دیا خاندان بھر فکر میں مبتلا ہو گیا۔

تارا۔ بیشک ٹھیک ہے خود غرضی بری بلا ہے ہر ایک کے سر پر سوار رہتی ہے بھلا میرا بھی حال پوچھا۔

کنور۔ تم تو ہر دم میرے دل میں رہتی ہو تم سب جانتی ہو۔

تارا۔ میں محبت کا اقرار کرتی ہوں میرا دل تمھارا ہو گیا میں تمھاری تابعدار ہوں

کنور۔ (بوسہ لیکر) ہائے! کیا اس ظالم چرخ کو یہ منظور ہے پیاری تارا میں بھی تمھیں زبان دیتا ہوں کہ تا بہ زندگی تمھارا تابعدار رہوں گا۔

تارا۔ اگر تم بہادروں کے خاندان سے ہو اور شریفانہ خون تمھارے جسم میں موجود ہے تو آج مجھے زبان دو کہ بجز میرے اور کسی سے رشتۂ الفت پیدا نہ کروگے۔

کنور۔ میں صدق دل سے اقرار کرتا ہوں لیکن تمھیں بھی تو میرا خیال رہنا چاہئے جیسا کہ تم چاہتی ہو۔

تارا۔ میں دل چیر کر تمھیں کیونکر دکھاؤں کنور جی یہ نہ سمجھنا کہ میں مالن کی بیٹی ہوں نہیں مجھ میں شریفانہ خون موجود ہے۔

کنور نے یہ سنکر تارا کو گلے سے لگا لیا اور اُس کے نازک رخساروں پہ بوسہ دیا جوش محبت سے نازنین کا دل بھر آیا آنکھوں میں آنسو بھر آئے لیکن ابھی رنت کے بچھڑے ہوئے عاشق و معشوق ملنے بھی نہ پائے تھے کہ کسی کے پاؤں کی آہٹ سے چونک پڑے جونہی آنکھ اُٹھا کر دیکھا تو راجہ صاحب کو اپنے نزدیک کھڑا پایا۔

راجہ۔ (کنور کا ہاتھ پکڑ کر) بد ذات خاندان کو داغ لگانے والے یہی حاجت مدت سے تجھے لاحق تھا اب میں سمجھا گو تو میرا وارث ہے میرا لخت جگر ہے لیکن تلوار گردن پہ دھر کر ایک ایسا خاندان اور سے لے اولاد نا پسند

کرتا ہوں گو زمانہ مجھے سنگدل کہے گا لیکن میں اس ذلت کو بخوبی منظور کروں گا دیکھ تو اپنے باپ کے ہاتھ سے قتل ہوتا ہے۔ راجہ تلوار چلانے ہی کو تھا کہ ایک شخص نے آکر ہاتھ پکڑ لیا راجہ اس اجنبی کو دیکھ کر سخت گھبرایا منہ پر ہوائیاں اوڑنے لگیں یہ شخص اچھا قد آور جوان تھا۔ لمبی ڈاڑھی سیاہ چوغہ ٹخنوں تک پہنے تھا اور ننگی تلوار ایک ہاتھ میں تھی اور دوسرے ہاتھ سے راجہ کا ہاتھ پکڑا اور تلوار راجہ کی گردن پر رکھدی۔

راجہ۔ او نابکار تو کون ہے یہ میرا لڑکا اور میں اس کا باپ تو ہمارے معاملات میں دست اندازی کیوں کرتا ہے ہٹ جا ورنہ ابھی سر تن سے جدا کردوں گا تو جانتا ہے میں کون ہوں۔

نوواردہ۔ ہاں میں جانتا ہوں کہ تو ایک ظالم راجہ ہے مگر تو نے مجھے نہیں پہچانا ہوش میں آکہ میں اصل بہادروں کی اولاد ہوں میرے نام کا سکہ کل کوہستانی علاقوں کے دلوں پر بیٹھا ہوا ہے تو میرے نام سے واقف نہیں۔

راجہ۔ کیا تم جمیل ڈاکو ہو۔

جمیل۔ جی ہاں مجھے لوگ جمیل کہتے ہیں۔

جمیل کو دیکھ کر راجہ کے اوسان جاتے رہے تھر تھر کانپنے لگا تلوار ہاتھ سے چھوٹ پڑی کیونکہ راجہ جیپال نے جمیل کے سر لانیوالوں کو مقرر کر رکھا تھا۔

جمیل۔ گھبراؤ نہیں تنہائی اور بیکسی میں قتل کرنا بہادروں کی شان کے خلاف جانتا ہوں میں تم کو قتل نہیں کرتا بلکہ کنور کی رہائی کو آیا ہوں۔

راجہ۔ کنور کی رہائی سے تم کو کیا تعلق۔

جمیل۔ اس کو میں ہی جانتا ہوں۔

راجہ۔ (نرمی سے) کیوں کنور تم ڈاکوؤں سے تعلق رکھتے ہو۔

کنور۔ میں تو اسے جانتا بھی نہیں تعلق کیسا۔

جمیل۔ لیکن میں تو تم کو جانتا ہوں میرا تمہارا تعلق ایسا ہے کہ میں کبھی

بھول نہیں سکتا۔
کنور۔ میرے محسن میں بھی تو اس تعلق سے واقف ہو جاؤں۔
جمیل۔ آخر ایک نہ ایک دن تمہیں معلوم ہو ہی جائے گا۔
راجہ۔ تو اب تم کیا چاہتے ہو۔
جمیل۔ صرف یہی کہ آپ کنور کی جان بخشی کریں۔
راجہ۔ میں اسوقت کنور کو معاف کرتا ہوں بشرطیکہ تم میری جان بخشی کرو۔
جمیل۔ اچھا تم کو چھوڑتا ہوں۔
یہ کہکر بہادر ڈاکو آن کی آن میں کنور کی جان بچا کر غائب ہو گیا اسکے بعد راجہ کنور عالم حیرت میں کھڑے رہے جب ہوش آیا تو دونوں محل کو روانہ ہوئے ادھر تارا کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے لیکن بیچاری کیا کر سکتی تھی۔

چوتھا باب

عشق میں مایوسی

قدرے تاریکی زمانہ پر چھا گئی ہے دن بھر کے تھکے ماندے لوگ اپنے اپنے گھروں کو لوٹ آئے ہیں۔ پرندوں کے ننھے ننھے بچے اپنے والدین کے لئے آشیانوں سے سر نکالکر اس بیقراری سے دیکھ رہے ہیں جیسے کوئی عاشق کسی وعدہ وفا معشوق کو بوقت وصال ہر وقت مکان سے نکلکر دیکھا کرتا ہے اور درحقیقت قدرت نے خاص وقت دونوں کے لئے مقرر کر رکھا ہے۔ نسیم سحری خفا تلوار کھینچے ہیں جنگلوں سے ٹھوکریں کھاتی شہروں کی جانب چلی آرہی ہے ہم کو بھی تارا سے بچھڑے ہوئے سات ماہ ہو گئے ہیں اس بام ہی آج دلربا کی جستجو میں باغ کی سیر کو جاتے ہیں آہا ہا تارا کا

اُترا ہوا معلوم ہوتا ہے وہ مسکراہٹ اب کہاں ہے۔ سچ ہے حضرت عشق کی
بدولت سب باتیں خاک میں مل گئیں۔ اِن سات ماہ میں تارا نے کیا کیا۔ ناظرین یہ
سات ماہ تارا کو سات سال کی برابر گذرے ہر روز تو باغ کی سیر کو باہر نکلتی رہی
ہے لیکن اُس گل کو تارا کے بلبل دل نے کبھی نہیں دیکھا آج بھی حسب معمول
بیقراری سے تنگ آکر سیر کر رہی ہے لیکن دل میں وہی اندیشہ لگا ہے۔
تارا۔ (دل میں) یہ ماجرا کیا ہے کنور کیوں نہیں آیا ایشور کرے صحیح و سالم ہو
مجھ سے نہ ملا تو نہ سہی وہ خوش خرم ہو لیکن پرماتما وہ دن نہ دکھاوے فرض کرو
اگر وہ بیمار بھی ہوتا تو کیا مجھے خبر نہ ہوتی نہیں نہیں ذرا سی علالت کی خبر
بھی تمام سلطنت میں پھیل جاتی ہے تو ہاں پھر کیوں نہیں آیا کیا اُسے مجھ سے
محبت نہ رہی بیشک یہ خیال درست ہے بھلا میں بھی بیوقوف ہوں کہ راجکمار
سے وفا کی اُمید رکھے بیٹھی ہوں یہ بھی کبھی کسی کے ہوئے ہیں میں ایک غریب
مالن کی لڑکی وہ راجہ کا وارث پھر محبت کس طرح قایم رہ سکتی ہے ممکن ہے
کہ کہیں اور بھی دل لگا لیا ہوگا یا باپ نے سخت و سُست کہا ہو وارثت سے
خارج کر دینے کی دھمکی دی ہوگی تخت کے مقابلہ میں میں کیا چیز ہوں۔
(کچھ ہوش میں آکر) اوفو میں کیا بک رہی ہوں کس زبان سے کنور پر
بیوفائی کا جرم رکھ رہی ہوں کنور اور بیوفائی کرے یہ نہیں ہو سکتا کیا ایک
کشمیری کے لڑکے کی شان میں ایسا کہہ سکتی ہوں لیکن اگر محبت بھی ہے
اور تندرست بھی ہے تو پھر آج تک کیوں نہ ملا ایک دن کی بات ہو تو
کوئی خیال نہیں ہو سکتا ہے تو کامل سات ماہ ہو گئے نہیں سات سال گذرے
ہاں ضرور کچھ دال میں کالا ہے کہیں نہ کہیں اس کا دل پھنسا ہے
کسی کا قابو ہی کیا ہے کون چاہتا ہے کہ جنون مول لے لیکن پھر
اُلجھ کر مبتلا ہو جاتے ہیں دلوں کے معاملے بیڈھب ہوتے
[illegible] خیالات میں ایک درخت کے قریب پہنچی جہاں

دو آدمیوں کی آواز کان میں آئی ذرا اور قریب جا کر دیکھا تو کنور کی پوشاک نظر پڑی اور اسکے ساتھ ایک مہ لقا بیٹھی نظر آئی یہ نظارہ دیکھ کر تارا کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور قریب تھا کہ زور سے آہ نکالتی مگر سنبھل گئی اور درخت کے پیچھے پوشیدہ کھڑی ہو کر ان کی گفتگو سننے لگی۔

کنور۔ تو پیاری اب تو یقین کرو۔

عورت۔ میں کیوں کر یقین کروں میں خوب جانتی ہوں کہ تم بیوفا ہو۔

کنور کا نام سنتے ہی تارا کے دل پر تیر سا لگا اور رہا سہا شبہہ بھی رفع ہو گیا لیکن اپنے آپ کو استقلال کے ساتھ سنبھالے رکھا۔

کنور۔ اوہو میں نے کس سے بیوفائی کی اصل میں بات تو یہ ہے کہ عورتوں کی ذات بھی بیوفا ہوتی ہے۔

نازنین۔ جی ہاں اب تو یہی کہو گے اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے لیکن خیر جو بیوفائی کرے گا معلوم ہو جائے گا اب یہ بتاؤ کہ ہماری تمھاری شادی میں کون رخنہ انداز ہو سکتا ہے۔

کنور۔ رخنہ انداز ہونیوالا کون ہے بھلا تارا تو مالن کی لڑکی تھی اس لیے راجہ صاحب نے اُس سے شادی نہ کرنے دی اور مجھے خود بھی خیال آیا کہ درحقیقت ایک رذیلہ سے شادی کر کے میں خاندان کو داغ لگا رہا ہوں لیکن تم وزیر زادی ہو اب راجہ صاحب کیا اعتراض کر سکتے ہیں اور شادی تمھاری بھی وزیر کو کرنی ہی ہے تمام عمر گھر میں بٹھائے رکھنے سے تو رہا ہی پھر راجکمار کے ساتھ لڑکی کی شادی کرنے میں کیا عذر ہو سکتا ہے اور اگر بالفرض محال میرے یا تمھارے والد نے اِس میں دست اندازی کی بھی تو میں تلوار کے زور سے شادی کروں گا راجہ صاحب بھی قبر میں پیر لٹکائے بیٹھے ہیں اور برا ماننے کی بات نہیں تمھارے والد بھی آفتاب لب بام ہیں آج مرے کل دوسرا دن

نازنین - ایشور کرے وہ دن جلد آئے کہ ہم تم آزادی سے مل سکیں ۔
کنور - (ہاتھ چوم کر) پیاری لیلا در حقیقت تم حسن میں لاثانی ہو پھر بھلا میں تم کو چھوڑ کر اور کس کے پاس جانے لگا ۔
تارا - (دل میں) ہائے تیرا برا ہو میری بددعا تجکو زندہ نہ چھوڑے گی آسمان تک ہلجائے گا پھر اُسی لیلا سے محبت کی جس سے از حد نفرت ظاہر کیا کرتا تھا ہیں یہ مکاری تھی ایک پاکدامن کو داغ لگانے کے لئے اچھا ہوا خوب ہوا ۔ پرماتما تیری کرپا ہوئی ورنہ میں کب تک اس مکّار کے دھوکے میں پڑی رہتی ہائے یہ وہ لیلا وزیر کی لڑکی ہے ۔
لیلا - اجی ہاتھ چھوڑ دو کوئی آجائیگا تو کیا کہے گا ۔
کنور - کیا ہم زمانہ سے نرالی بات کر رہے ہیں کون ایسا سنگدل ہوگا جو اپنی محبوبہ کو پیار نہ کرتا ہوگا یہ کہکر کنور لیلا کو چھاتی سے لگا کر اُس کے رخساروں کا بوسہ لینے لگا تارا اس نظارہ کی تاب نہ لاسکی ہر چند خود کو سنبھالا لیکن نہ سنبھلی اور جلدی سے اپنے مکان کی طرف جلدی وہاں جا کر دیکھا کہ مالن بڑی دیر سے منتظر بیٹھی تھی تارا کو دیکھکر چھاتی سے لگا لیا تارا اماں کی حمایت دیکھکر آنکھوں سے آنسو ٹپکانے لگی ۔
مالن - ہیں بیٹی! یہ کیا کیا کسی نے کچھ کہا ہے کہہ تو سہی ۔
تارا - (سسکیاں لیکر) آہ کیا کہوں میری زندگی تلخ ہو گئی ۔
مالن - آخر میں بھی تو سُنوں کیا مصیبت ہم لوگوں پر آنیوالی ہے
تارا - اماں مجھے ۔
مالن - (خود بھی رو کر) ہائے ہم بیکسوں پر کیا مصیبت آنیوالی ہے کہو تو تمھارے دل کو کس نے ستایا ۔
تارا - اُسی پاپی کنور نے ۔
مالن - میں کنور کی نسبت ایسا خیال نہیں کرتی

اس مضمون پر مالن نے زیادہ بحث کرنی مناسب نہ سمجھی اور بات کو دم دلاسا دیکر اُڑا دیا لیکن مالن کے دل میں عجب کشمکش پیدا ہوئی ادہر تارا بھی خیال یار میں محو ہو کر اپنے بستر پہ لیٹ گئی مگر جس کا دل ماتم کدہ بن گیا ہو اوس کو نیند کیونکر آئے گی رات جوں توں کر کے کاٹی اگلے روز مالن جو پھول گجرے لیکر گئی تو تارا مردانہ لباس پہنکر تلاش یار میں روانہ ہوئی جیسا ہم اپنے ناظرین کو پہلے بتا چکے ہیں باغ اور شہر کے درمیان نصف میل کا فاصلہ تھا اور ایک پختہ سڑک بنی تھی جس کے ہر دو جانب گنجان درخت اس طرح کھڑے تھے کہ ان کی شاخیں آپس میں ملکر چھت سی بنی ہوئی تھی جب تارا باغ و شہر کے درمیان میں پہونچی تو ایک شخص نے درختوں میں سے نکلکر راستہ روک لیا۔ یہ شخص میانہ قد۔ رنگ بہت گورا۔ آنکھیں چھوٹی چھوٹی جن سے شرارت و حیا نمودار۔ بڑے بڑے بال پیشانی اتنی چوڑی کہ ناموزوں معلوم ہوتی اس زمانہ کے رواج کے مطابق سر پر ایک چھوٹی سی ٹوپی اور پاؤں میں بھدا سا وزنی جوتہ اور ایک دراز چوغہ پہنے ہوئے تھا۔

تارا۔ کیوں بھئی ہمیں کیوں روکتے ہو۔

اجنبی۔ تمھارا نام۔

تارا۔ بجے سنگھ۔

اجنبی۔ (تارا کو سینہ سے لگا کر) آہ پیاری یہ لباس تمھیں کیا ہی زیب دیتا ہے بھلا اور کوئی ہوتا تو وہ کا کھا جاتا لیکن میں کیونکر مغالطہ کھاتا کیا مجھ کو تم نہیں جانتی ہو۔ اپنا اصلی نام شنکر تارا کا دل دھڑکنے لگا اور گھبرائی کہ یہ تو اُلٹے لینے کے دینے پڑ گئے۔

اجنبی۔ ڈرو مت میں تم کو کھا تو جاؤں گا نہیں۔

تارا۔ ادبی زبان سے) نہیں میں آپ کو نہیں جانتی۔

اجنبی۔ ب مجھے تم سے اس امر میں بحث نہیں کہ یہ پہلا ہی

موقعہ ہے میں اپنی محبت ظاہر کر رہا ہوں ..

تارا - تمھارا نام -

اجنبی - جواہر سنگھ -

تارا - جواہر سنگھ ڈاکو -

اجنبی - جی ہاں بخیلوں اور ظالموں کے لیے تو ڈاکو ہی ہوں لیکن رحم دلوں کا غلام اور فرمانبردار ہوں -

تارا نے جواہر سنگھ ڈاکو کی حیرت انگیز معرکۃ الآرا وقعات متعدد کی زبانی سنے تھے جواہر سنگھ کو اکثر مہاراجہ صاحبان وظیفہ ایک معقول رقم جو خوف کے مارے ادا کرتے تھے اب جبکہ اسی جواہر سنگھ کے ہاتھوں تارا نے آپ کو پایا تو مضطرب ہو کر ایک چیخ ماری جواہر سنگھ تو اسی موقع کا منتظر تھا تارا کو اٹھا کر کوہستانی غار میں لے گیا عجب کئی گھنٹہ بعد بیکس تارا کو ہوش آیا تو اپنے کو ایک سنسان جنگل میں گھر سے کوسوں دور پایا یہ عالم دیکھکر پھر بیہوش ہوگئی جواہر سنگھ نے عطر و کیوڑا سنگھایا تو چراغ جلنے کے قریب تارا پھر ہوش میں آئی -

جواہر - پیاری تارا تم گھبراؤ نہیں میں تمھارا بدخواہ نہیں ہوں -

تارا - (دل مضبوط کر کے) تم سے بڑھ کر اور کون میرا دشمن ہو سکتا ہے -

جواہر - آہ دل لیکر اب ایسی باتیں کرتی ہو -

تارا - ہیں ہیں ہوش میں آؤ کس کا دل اور کیسا لینا -

جواہر - پیاری تارا میں مدت سے تمہیں دل دے بیٹھا ہوں میری زندگی تلخ ہو گئی گو میں زندہ ہوں لیکن مردوں سے بدتر ہوں -

تارا - یہ عجب معاملہ ہے میں تمہیں جانتی نہیں اور تم محبت ظاہر کر رہے ہو

جواہر - ہاں یہی تو میری بدقسمتی ہے لیکن بات یہ ہے کہ عرصہ دو سال کا ہوا کہیں باغ کی سیر کرتے گیا اتفاقاً قسمت سے تم بھی سیر کر رہی تھیں تمھاری پیاری

صورت نے فوراً پہلو سے دل نکال لیا اسوقت سے تمھاری بھولی صورت نے دل میں جگہ پکڑ لی آن دو سال میں میں نے متواتر کوشش کی یہ سودا کسیطرح میرے دل سے دور ہو جائے لیکن یہ دور نہ ہوا اور بہادروں کے لئے درحقیقت محبت کا نام موت سے بڑھ کر ہے۔

تارا۔ (کچھ سوچکر) مگر میں تمھیں دل نہیں دے سکتی۔

جواہر۔ (ایک سرد آہ بھر کر) آہ یہ سخت فتویٰ آپ نے کیونکر دیا پیاری تارا خدارا رحم کرو میرا حال زار قابل رحم ہے دیکھو ایسا ظلم مت کرو مجھے تعجب معلوم ہوتا ہے کہ ظاہرہ تمھاری شکل کتنی بھولی بھالی معلوم ہوتی ہے لیکن باطن میں مارِ سیاہ سے تم کم نہیں ہو ایک نازنین اور میری طرف سے سنگدلی ظاہر کرے آہ اس سے بڑھ کر اور کیا بدقسمتی ہو سکتی ہے تارا میں تمھارا تا بہ زندگی تابعدار رہوں گا۔

تارا۔ میں تمھاری محبت کا تو شکریہ ادا کرتی ہوں اور چونکہ تم بہادر ہو اس لئے شادی کرنے میں بھی کچھ عذر نہ تھا لیکن کیا کروں میرا دل میرا نہیں رہا۔

جواہر۔ ہیں کیا تم کسی کمبخت کے پھندے میں پھنسی ہو۔ آہ تم نے یہ کیا خبر سنائی لیکن جب تم خود فرقت کا رنج برداشت کئے ہوئے ہو اور منزل محبت سے واقف ہو تو تم کو ضرور دوسروں پر رحم کرنا لازم ہے۔

تارا۔ بیشک یہ درست ہے مگر تمھارے لئے میں کیا کر سکتی ہوں۔

جواہر۔ وہی جو تم اپنے لئے چاہتی ہو۔

تارا۔ میں تو پہلے ہی کہہ چکی کہ میرا دل میرے قابو میں نہیں ہے میں پھر تم سے کیونکہ محبت کر سکتی ہوں۔

جواہر۔ اگر کوئی تمھیں بھی ایسا جواب دیدے تو کیا ہو۔

تارا۔ خودکشی کر کے مرجانا۔

جواہر۔ تو کیا جب [illegible] دل ایسا ہی صاف [illegible]

تارا۔ یہ پوچھو اُس نے تو میرے دل کو پتھر پر مار کر چکنا چور کر دیا۔
جواہر۔ آخر وہ ایسا کونسا سنگدل ہے جس نے تم سی مہ لقا پر رحم نہ کھایا۔
تارا۔ کوئی بھی ہو میرے ذاتی معاملات سے کسی کو کیا تعلق۔
جواہر۔ ہاں مجھے اب خیال آیا وہی بدذات کنور ہو گا جس نے لاکھوں باعصمت خاتونوں کو برباد کر دیا ہے آج ایک کے پاس ہے تو کل دوسرے سے رشتۂ اُلفت جوڑ لیا اسی طرح ہزاروں پاکدامنیں اُس کو رو رہی ہیں اُسے مالک نے حُسن کیا دیا ہے کہ خلقت کے عذاب کا آلہ بنا دیا ہے۔
تارا۔ (سرد آہ بھر کر) ہیں کیا وہ ایسا ہے جو میں لٹ گئی اُس نے تو مجھے کہیں کا نہ رکھا لیکن میں سچ کہتی ہوں کہ مثل دیگر مستورات کے ہیں فرقت کے صدمے نہ اُٹھاؤں گی بس جہان سے کوچ کرتی ہوں۔
جواہر۔ سُنا ہے کہ حضرت آجکل وزیرزادی لیلا پر عاشق ہیں پروردگار عالم بچاری کی عصمت رکھے۔
لیلا کا نام سنکر تارا کو گذشتہ رات کا واقعہ یاد آ گیا اور اب رہا سہا شبہہ بھی جاتا رہا بدن میں آگ لگ گئی۔
تارا۔ تم مجھے میرے گھر پہونچا دو میں زندگی سے بیزار ہوں۔
جواہر۔ نہیں نہیں ایسا نہ کرنا جب اُس نے وفا نہ کی تو تم کو کیا غرض جو اُس کے واسطے جان دو
تارا۔ کم ظرفوں کے ساتھ کیا میں بھی کم ظرف ہو جاؤں بس یہی تقاضائے محبت ہے کہ میں جان دیدوں۔
جواہر۔ کسی عقلمند کا قول ہے کہ مردوں کے ساتھ کوئی مرنے پر تیار نہیں ہوتا اور تم ایک بیوفا بدخصلت پر جان دیتی ہو دیکھو میں تمھارا غلام ہوں تا بہ زندگی فرمان بردار رہوں گا میرے دل کی نذر قبول ہو۔
تارا۔ ہائے مجھ سے یہ تو نہ ہو گا اب میرا دل محبت کے قابل نہ رہا۔

جواہر - میں یہ نہیں کہتا کہ تم معاوضہ میں مجھے اپنا دل دو بلکہ بغیر معاوضہ کے اپنا دل تمھاری نذر کرتا ہوں قبول کرو۔

تارا - ایک بار نہیں بلکہ ہزار بار کہہ چکی کہ دنیا میں اب کسی سے محبت نہ کروں گی پھر بار بار سوال کرنا ٹھیک نہیں۔

جواہر - پھر اب تم کیا چاہتی ہو۔

تارا - دو باتیں - یا تو مجھے قتل کر ڈالو اور یا میرے گھر پہونچا دو۔

جواہر - افسوس کہ دونوں باتوں میں سے ایک بھی پوری نہیں کر سکتا۔

تارا - آہ تم بھی ایسے سنگدل ہو گئے۔

جواہر - تمھارا ہی اثر مجھ پر پڑا ہے نرمی تو ہو چکی اب سختی سے کام لوں گا۔

تارا - کیا اسی لئے مجھے لائے ہو۔

جواہر - بیشک کسی نہ کسی طرح مطلب برآری کرنی چاہیئے۔

تارا - دیکھو یہ خیال نہ کرنا کہ میں تمھارے قابو میں ہوں جو چاہوں کروں میں ایک راجپوت کی لڑکی ہوں میرے سینہ میں ایک چھری پوشیدہ ہے اگر ذرا بھی تم نے اشارتاً یا کنایتاً میری ہتک کرنے کی کوشش کی تو فوراً خود کو ہلاک کر ڈالوں گی اور تم کو دست تاسف ملنا پڑے گا۔

پانچواں باب

جلاّدو اپنا کام انجام دو

اب ہمارے منتشر خیالات کوہستانی غاروں سے گھبرا کر اور ڈاکوؤں کے ظلم و ستم سے تنگ آکر شہزادہ کنک کی جستجو میں اس بیقراری میں جا رہے ہیں

جسطرح تارا تلاش یار میں سرگردان ہے دوسری طرف کنور تارا کو بالکل خاموش
کر بیٹھا ہے کیا سچ مچ کنور نے اور کسی سے دل لگا لیا ہے کیا اُس روز
سے جبکہ تارا نے خود اپنی آنکھ سے کنور کے ساتھ لیلا کو پیار و محبت کی باتیں
کرتا دیکھا تھا۔ ہیں! محبت اور بیخبری یہ ماجرا کیا ہے۔ ہمارے ناظرین
حیران ہوں گے کہ دل را بدل راہ باشد یہ مقولہ بالکل غلط ہو گیا سچی اور
پاک محبت میں ہر دو جانب آگ لگ جاتی ہے مگر یہاں معاملہ بالکل برعکس
ہے پیاری تارا کا خیال بالکل غلط ہے کنور منزل محبت میں ثابت قدم ہے
جب سے تارا سے جدا ہوا ہے بیچارہ زمین دوز قیدخانہ میں بند ہے ادہر
مصیبت کی قید اُدہر تارا کی محبت اب کنور کا جسم آدہا بھی نہ رہا اگر اُس حالت
میں تارا کنور کو دیکھے تو شکل بھی نہ پہچانے۔ کنور شاہی محل کے ایک قیدخانہ
میں قید ہے صبح و شام روکھی سوکھی روٹی ملجاتی ہے اور ایک بورے
پر پڑا رہتا ہے۔ ہر ہفتہ کو راجہ کا پیام آتا ہے کہ کہو اب بھی تارا کی محبت
دل سے دور ہوئی لیکن منزل محبت کا رہرو کبھی بھی محبت سے انکار نہیں
کرتا اب راجہ مجبور ہو کر موت کا فتویٰ دیچکا ہے اس ماہ کی تیسری تاریخ
کو کنور کو پھانسی دی جاوے گی۔ اہا ہا کیا ہی ہیبتناک منزل عشق ہے لیکن
ہمارے ناظرین حیران ہونگے کہ جب کنور سات ماہ سے قید ہے تو تارا نے
اوس روز باغ میں کیونکر دیکھا بیشک یہ حیرانی بجا ہے اور تارا کا خیال بھی
صحیح ہے دراصل معاملہ یہ ہے کہ وہی جواہر سنگھ ڈاکو تارا کو متنفر کرنے کی
غرض سے ایک نازنین کو باغ میں لیگیا اور خود بھی کنور کی سی پوشاک
میں آیا تھا جیسی کہ اکثر کنور پہن کر آتا تھا۔ اور اُس عورت کو اچھی طرح
پڑھا دیا تھا اسطرح سے جواہر اپنی عیاری میں کامیاب ہوا اور تارا کو کنور سے
متنفر کرا دیا لیکن کنور کا دل تارا کی طرف سے صاف تھا اُسکی محبت میں اپنے کو
قربان کردینا بخوشی منظور کیا تھا اور آخر شدہ دن بھی آ گیا کہ اس عاشق صادق

کو اپنی بدگمان معشوقہ پر قربان ہونے کا مبارک دن آیا راجہ جے پال نے
روسا امرا شہر کو طلب کر کے ایک دربار کیا۔ شہر کے لوگ ہیبت ناک
منظر دیکھنے کے لئے جوق جوق آنے لگے اور بارہ بجے تک دربار آدمیوں
سے بھر گیا دربار کے عین مرکز میں ایک دیگ تیل سے بھروا کر آگ پر رکھوا دی
اور جب تیل خوب کھول گیا تو کنور کو بلوایا۔ آہ آج ریاست کا وارث کس طرح
نیچی نگاہ کئے کھڑا ہے۔ ہاتھوں میں ہتکڑیاں پاؤں میں بیڑیاں جسم
کانٹا ہو گیا ہے چہرہ پر ہوائیاں اڑ رہی ہیں عام آدمی شناخت نہیں
کر سکتے کہ یہ وہی پھولوں کی سیجوں پہ سونیوالا ہے یہ وہی کنور ہے کہ جس کی
سالگرہ چند ماہ ہوئے بڑی دھوم سے ہوئی تھی وہی کنور نازوں کا پالا ہوا اب بطور
مجرم اپنے ظالم باپ کے روبرو کھڑا ہے۔ محبت! تو نے کیا کیا کرشمے دکھائے
تھے شاہوں کے تاج خاک میں مل گئے ہزاروں تجھپر قربان ہو گئے بیرحم
محبت ہزاروں ناز پروردہ آج تک تیری نذر ہو گئے۔ لیکن تیرا اپیٹ نہ
بھرا یہ تیرا ہی کرتوت ہے کہ باپ سنگدل ہو کر کس بیرحمی سے اپنے
لخت جگر کو قتل کرنے کو تیار ہے لیکن ہیں! کیا ایسے سنگدل باپ
بھی ہوئے ہیں۔

راجہ۔ (کھڑے ہو کر) حاضرین جلسہ شاید آپ اس موقعہ پر حیران ہونگے
اور مجھکو بیرحم خیال کرتے ہونگے اور بہتیرے تو یہ چاہتے ہوں گے کہ مجھے
تہ تیغ کر دیں کیونکہ میں ان کی نظروں میں ایک گناہ عظیم کا مرتکب ہوں لیکن
آپ ایسا خیال نہ کریں۔ میں بیرحم و سنگدل نہیں آپ جانتے ہیں کہ جب
میں کل رعیت کو بیٹوں کی طرح سمجھتا ہوں تو اپنے فرزند دلبر کیوں کر ظلم کر سکتا
ہوں کیا دنیا میں کوئی ایسا انسان ہے جو اپنے اکلوتے بیٹے کو قتل کرنا چاہے کیا کوئی
اپنے گھر کا چراغ گل کرنا چاہتا ہے در اصل میں ظلم نہیں کرتا بلکہ خاندان اور
سلطنت اور تخت و تاج کے نام پر اپنے اکلوتے بیٹے کو قربان کرتا ہوں

میں بلا اولاد مر جانا بہ نسبت بدنام ہو کر مر جانے سے بہتر سمجھتا ہوں ہیں ناخلف لڑکے کو قتل کر کے بہت خوش ہوں گا جو بشر کی عزت کو خاک میں ملانے لگا ہے جو ایک رذیل قوم کی لڑکی پر فریفتہ ہو کر اسکو ملکہ بنانے کی فکر میں ہو جو سلطنت کے لوگوں کی جان و مال اور عزت کے خواہاں جیبل باغی سے واسطہ کر کے شاہی خاندان کو آگ لگانا چاہتا ہے جو موجودہ راجہ کی زیست میں باغیوں سے ملکر خود تخت پر قبضہ کرنا چاہتا ہے کیا وہ لڑکا میرے نطفہ سے ہو سکتا ہے۔ کیا وہ ملک کا دشمن نہیں ہے بیشک راجپوتوں کو داغ لگانیوالا نابکار خود غرض موت کی سزا کا ہی مستوجب ہے اور اسی لئے میں ایسے شخص کو شرفا کی عزت پر قربان کر دینا چاہتا ہوں درحقیقت یہ موقعہ خوشی کا ہے کیا وہ لمحہ مبارک نہ ہوگا کہ رعیت و شاہ کا دشمن دنیا سے کوچ کر جائے گا کیا وہ لوگ مبارک نہیں جو ملک کے باغی کو ہلاک ہوتے دیکھیں گے۔ ہاں وہ بڑی مبارک ساعت ہے بس ہم کو اس کام کی انجام دہی میں بخوشی شریک ہونا چاہیئے (کنور سے مخاطب ہو کر) بیٹا آج مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے میں نے تمھیں اسی لئے پالا تھا اور یہی آرزو تھی کہ تم بخوشی ملک و شاہ کی عزت پر قربان ہو جاؤ تم جانتے ہو کہ تمھیں کس ناز سے پالا تھا جہاں تمہارا پسینہ گرتا تھا میں خون گرانے کو تیار ہوتا تھا اور تمھارے بغیر دنیا میری نظر میں تاریک تھی اور تاریک ہو جائے گی میں چاہتا تھا کہ میرے بعد شاہی خاندان کی عزت قائم رکھو تمہیں تو معلوم نہیں ملک کے برگزیدہ اشخاص جانتے ہیں کہ تمھارے تولد ہونے پر مجھے کتنی خوشی ہوئی تھی کیا دنیا میں کوئی ایسا ہوگا جو اپنے بیٹے کو اپنے ہاتھ سے قتل کرے گا تم مجھے دنیا میں سب سے زیادہ عزیز ہو بیشک میری زندگی کا آرام تمہیں پر ہے میں تم سے ہی محبت رکھتا ہوں لیکن بیٹا! ایک راجپوت کو ایک ایسے سچے جیسا کہ میں ہوں خاندان اور ملک کے شرفا کی عزت اپنے لخت جگر سے بہت ہی زیادہ

عزیز ہے اور اسی لئے میں تم کو خاندان کے نام پر قربان کرتا ہوں باپ کو اپنا
دشمن جانکر مرتے وقت بد دعا نہ دینا کیونکہ وہ مجبور ہے وہ باغیرت خون جو کہ ایک
سچے راجپوت کے جسم میں ہونا چاہیئے مجھے مجبور کر رہا ہے۔ بیشک تمھاری
جدائی مجھے شاق گذرے گی گھر بھر میں شور مچ جائیگا اور بعید از قیاس نہیں کہ
چند لوگ تمھاری محبت میں جان نہ دیں لیکن میں یہ سب مصیبتیں اٹھانے کو
تیار ہوں اب تم بھی تیار ہو کر دل مضبوط کر لو وہ نظارہ تم نے بطور افسانے کے
سنا ہوگا جو پیش آنیوالا ہے ہائیں! کیا اس شریف جوش نے مجھے اندھا کر دیا
میرے دل میں اب تمھاری محبت ذرا بھی نہیں ہے تاہم آؤ کنور کو گلے
لگا کر میں تم سے آخری وقت میں مل لوں تاکہ دل کا ارمان دل میں نہ رہ
جائے ایک بات اور ہے ابھی تمھاری زندگی تمہارے ہاتھ ہے اگر تم چاہو تو
بچ سکتے ہو یہ آخری موقع ہے پھر تو تم سے چھپایا بھی نہ جائے گا ہاں تمھاری
نعش تڑپ کر ہمیں یاد دلائے گی کہ تم بیشک اپنے کیئے پر پشیمان ہوئے
اب پانچ منٹ اور سوچنے کے واسطے دیتا ہوں اگر تم اس رذیل
کا خیال چھوڑ دو اور ڈاکوؤں سے رشتہ ملک چھوڑ دو تو رہائی ممکن ہے کیونکہ
صبح کا بھولا اگر شام تک گھر پہ آجائے تو اسکو بھولا نہیں کہتے بس ان پانچ منٹ
میں تم اس خوفناک موت سے مروگے یا سر پہ تاج رکھوگے۔

کنور۔ (سنجیدگی سے) والد صاحب مجھے پانچ یا دس منٹ سوچنے کی ضرورت
نہیں میں نے پہلے ہی قسمت کا فیصلہ کر دیا آپ شوق سے قتل کیجئے اسیران
محبت موت سے نہیں ڈرتے لیکن ملک کے باغیوں سے جو مجھ پر الزام
لگایا گیا ہے وہ محض نامناسب ہے۔

راجہ۔ کیا ملک کے دشمن سے تمہارا تعلق نہیں ہے۔

کنور۔ ہرگز نہیں میں نے جیمل کو اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا

راجہ۔ (غصہ ہو کر) حیف ہے کہ تو میری آنکھوں میں خاک جھونکتا ہے۔

مرتے وقت بھی مکاری سے باز نہیں آتا اگر تو اُسے جانتا بھی نہیں تو کیا وہ تیرا باوا لگتا تھا جو چھڑانے آیا تھا۔

کنور۔ جب میں جانتا ہوں کہ اس معمولی الزام سے بری ہو کر بھی موت سے رہا نہیں ہو سکتا تو جھوٹ بولنے سے مجھے کیا فائدہ میں سچ کہتا ہوں کہ میں جیمں کو جانتا بھی نہیں۔

راجہ۔ ہاں تھوڑی دیر میں کہہ دینا کہ تارا میری بہن لگتی ہے۔

کنور۔ (غصہ ہو کر) آہ والد صاحب آخری وقت میں آپ میرا دل دکھاتے ہیں کیوں اپنے ضمیر کا خون کرلتے ہو ناحق کسی کی آہ مت لو۔

راجہ۔ اچھا جو ہوا سو ہوا۔ گذشتہ را صلواۃ آئندہ را احتیاط اب چند لمحہ تم کو اور دیتا ہوں طبیعت کو تسکین دیکر سوچ لو جوش میں نہ آؤ دلجمعی سے جواب دو یہ کہہ کر راجہ خاموش ہو گیا اور تمام دربار میں سناٹا ہو گیا اور سب کنور کی طرف حسرت سے تکنے لگے کہ دیکھئے کیا فیصلہ کرتا ہے اسی اثنائے میں ایک سفید ریش کی زبان سے ایک آہ کا نعرہ نکل گیا اور غش کھا کر وہ ضعیفہ زمین پر آرہی راجکمار اصل معاملہ کو بھول کر اس سن رسیدہ کو بغور دیکھنے لگا کہ جس نے ان اموں کے دلوں میں رحمدلی کا اظہار کیا عام اشخاص نے تو اُس کو نہ پہچانا تا لیکن کنور تاڑ گیا کہ وہ ہی مالن تارا کی والدہ معلوم ہوتی ہے جو مردانہ لباس میں ہے لیکن یہ نہ جان سکا کہ مالن کو اتنی ہمدردی و محبت اسکے ساتھ کیوں ہے جبکہ والد تک اسقدر سرد مہری ظاہر کر رہا ہے ایک خادمہ کے دل پر کسطرح ایسا اثر ہوا کہ غش کھا کر گر پڑی وہ مہلک وقت آگیا۔

راجہ۔ بولو کیا چاہتے ہو تخت و تاج یا موت۔

کنور۔ نہ تخت نہ تاج بلکہ اپنی پیاری تارا کی صورت دیکھنا چاہتا ہوں پھر میں بخوشی مرنے پر آمادہ ہو جاؤنگا میری روح قالب عنصری کو بڑی خوشی سے چھوڑ دیگی۔

راجہ۔ (غصّہ ہوکر) اچھا جلاّدو اپنا کام انجام دو۔ اب کیا بات رہ گئی ہے۔

کنور۔ بخوشی تمام۔

راجہ۔ اچھا پہلے اِن دیگر پانچ مجرموں کو ہلاک کرو تاکہ یہ موت کا خوفناک نظارہ دیکھ کر عبرت حاصل کرے ممکن ہے کہ یہ جوشِ جنوں موت کا مُنہ دیکھکر سر سے دور ہو جائے۔

کنور۔ یہ خیال خام آپ کے سر سے دور ہوگا۔

اب جلاّدوں نے حکم پاتے ہی سب سے پہلے ایک مجرم کے ہاتھ پاؤں زنجیروں سے باندھ کر کڑھاؤ میں ڈالا بیکس کے بدن پر تیل لگتے ہی سوج گیا اور آبلے پڑ گئے اور ناگوار بدبو آنے لگی مظلوم کی آہ وزاری سے تمام دربار گونج گیا بیچارہ مچھلی کی طرح تڑپنے لگا آہا ہا کیا خوفناک نظارہ ہے ایک زندہ اِنسان کی یوں تڑپا کر جان لی جاتی ہے لوگ کہتے ہیں کہ دوزخ کے عذابات ناقابل برداشت ہوں گے اے رحم دِلو اس دہشتناک نظارہ کو دیکھو کیا اس سے بھی بڑھ کر دوزخ میں عذاب ہوں گے آہ غریب کی نعش وہیں تڑپ تڑپ کر رہ گئی۔ اب ہم سے یہ نظارہ دیکھا نہیں جاتا اس لئے ناظرین فرض کرلیں کہ مجرم تڑپ تڑپ کر آہ وزاری کرتا ہوا بنی آدم کی طبیعتوں اور مظلوموں کو دیکھتا ہوا ملکِ عدم کو سدھارا دُنیا میں ہر ساعت عجیب وغریب کرشمے پیدا ہوتے رہتے ہیں ٹھیک اُسی وقت جبکہ شہر سینا میں یہ نظارہ وقوع میں آرہا تھا شہر کے پندرہ کوس کے فاصلہ پر ایک جنگ عظیم ہو رہی ہے آفتاب کی تیز شعاعیں راجپوتی کھنڈروں پر پڑتے ہی پھنس جاتی ہیں کوہ ہمالیہ کے درخت قدرت کے ہاتھ لگائے ہوئے جنہوں نے دنیا کے معمولی کرشمے بھی نہ دیکھے تھے آج حیرت انگیز واقعہ دیکھ رہے ہیں جن کی باجوں کی آواز سے جنگل گونج اُٹھا جنگلی درندے اپنے غاروں کی تلاش میں پھر رہے ہیں کوہستانی میدان میں دو ۔۔۔ بہادری سے جنگ

ہیں مصروف ہیں۔
بہادروں کی خودیں آفتاب کی شعاعوں سے چمک کر دیکھنے والوں کی نظروں کو چکا چوند کر رہی ہیں تیر کسی شوخ نگاہوں کی طرح بدہر جاتے ہیں صفائی کر جاتے ہیں راجپوتی "تلواریں آج کسی معشوق کی خمیدہ ابرؤں سے بڑھکر کام کر رہی ہیں مدت کے پیاسے نیزے دل کھول بہادروں کا خون پینے میں مصروف ہیں ایک دستہ کے سر پر ہمارا بہادر جیمل ڈٹا ہوا ہے اور دوسری فوج کی لگام جواہر کے ہاتھ میں ہے۔ لیکن یہ نہ معلوم کہ اِن دونوں بہادروں کا مقابلہ کیوں ہوا جب کامل تین گھنٹہ جنگ ہوتی رہی تو دلاوروں کے چھکے چھوٹ گئے اور سب نے ہمت ہاردی تو ہمارا بہادر جیمل تڑپ کر جواہر کے مقابل آیا۔

جیمل۔ نابکار تو نہیں جانتا ہے کہ میں کون ہوں دیکھ (تلوار دکھا کر) یہ تیغ مدت سے پیاسی ہے۔ آج میں ضرور تیرا خون پلاؤں گا سنبھل جا پھر یہ نہ کہنا کہ مجھے دغا سے ہلاک کیا یہ کہکر طیش میں آکر چند وار ایسے کئے کہ بہادر جواہر پریشان ہو گیا لیکن چند واروں کے بعد جواہر نے سنبھل کر ایک نیزہ ایسا مارا کہ ہمارا انجر بہ کار جیمل زمین پر گر پڑا جواہر یہ دیکھکر گھوڑے سے کود کر جیمل کے سینہ پر چڑھ بیٹھا۔

جیمل۔ میں موت سے نہیں ڈرتا لیکن یہ یاد رکھہ کہ اگر تو مجھے قتل کرے گا تو تو بھی زندہ نہ رہے گا میرا فرزند میرا وارث تیری جان ضرور لے گا۔

جواہر۔ جب باپ سے کچھ نہ ہوا تو بیٹا کیا کر سکے گا میں ان گیدڑ بھبکیوں میں آکر تیری جان نہ بخشوں گا اور ہاں مکار جھوٹ بولتا ہے تیرا بیٹا کیسا تیرے باپ کے بھی بیٹا ہوا ہے۔

جیمل۔ نہیں نہیں یقین کر میرا سعادتمند بیٹا ضرور انتقام لے گا۔

جواہر (تلوار گلے پر رکھ کر) لے اب میں تجھے گناہوں سے آزاد کرتا ہوں۔

آہا ہا سچی اور پاک محبت نے مجھے کیسا دلیر بنا دیا ہے اور حقیقت فتح کی دیوی ہے یہ فتح مجھے اُسی کی پرستش سے ہوئی ہے۔

ہاں دشمن جانی کو اب میں نے قبضہ میں کر لیا ہے جواہر نے ابھی ہاتھ چلایا بھی نہ تھا کہ جمیل کے سپاہی نے ایک تیر تاک کر جواہر کے شانہ پر رسید کیا کہ پار ہو گیا تیر کھانے ہی تلوار ہاتھ سے گر پڑی اور خود بھی نیچے آ رہا لیکن جمیل حالت بیہوشی میں قتل کرنا اپنی شان کے خلاف سمجھا اور اپنی فوج میں جا ملا۔

جواہر کی فوج یہ حال دیکھکر غاروں میں جا چھپی جمیل کے سپاہیوں نے اُن کوہستانی ڈاکوؤں کو تلاش کر کے ہلاک کیا جب کوئی نظر نہ آیا تو جواہر کے محل میں جاکر ایک تاریک زینہ سے اُترے تو وہاں کچھ اور ہی عالم نظر آیا زمین کے نیچے ایک پختہ عالی شان محل بنا ہوا تھا کہ دیکھنے والوں نے ایسی عمارت کبھی نہ دیکھی ہو گی محل کے درمیان میں ایک باغیچہ تھا اور ہر طرف فوارے لگے ہوئے سنگین کل کمرے آراستہ و پیراستہ تھے دیواروں سے عیش کی بو آتی تھی جمیل نے وہاں جاکر تارا کو آواز دی مگر جواب نہ آنے سے معلوم کیا کہ قتل کر دیا ہو گا اور مجبور ہو کر واپس آنے لگا کہ قضاء الٰہی سے راستہ بھول کر کہیں سے کہیں جا نکلا اور ایک محراب دار زینہ میں پہونچا تو معلوم ہوا کہ جہاں پہلے پہر رہے تھے وہ تو بالا خانہ تھا اور یہ مکان بھی مثل بالا خانہ کے آراستہ تھا ہر سو پُر تکلف سامان دھرے تھے ایک مکان کے عین مرکز میں باغیچہ کے درمیان ایک کنواں تھا۔ نزدیک آیا تو دیکھا کہ اُس کنوئیں پر شہتیر رکھا ہے اور اُس شہتیر میں ایک رسہ بندھا ہے اُس رسہ کا دوسرا سرا کنوئیں میں لٹکا تھا اور اُس تارا کی نازک کمر بندھی تھی اور کنوئیں میں لٹک رہی تھی آہ وزاری کرتے کرتے زبان تھک گئی ہاتھ پیروں نے بھی اب

تھر کنا بند کر دیا آنکھیں بند کئے مثل مردہ کے لٹک رہی تھی پہلے تو جیمل سمجھا کہ تارا مر گئی تو اس خیال سے مایوس ہو کر زار زار رونے لگا مگر چند سپاہیوں کے کہنے کی وجہ سے ایک رسہ اُس شہتیر میں باندہ کر ایک تختہ لٹکایا اور اُس پر ایک سپاہی کو بٹھا کر تارا کی خبر کو بھیجا جب سپاہی تارا کے پاس پہونچا تو تارا نے آہ کا نعرہ مار کر اپنی آنکھیں کھولدیں یہ آواز سُنکر سب کی جان میں جان آئی اور دوسرا تختہ لٹکا کر تارا کو اوپر کھینچ لیا اور ہاتھوں ہاتھ بالاخانہ پر لے آئے وہاں جاکر معلوم کیا کہ سپاہیوں نے غار کا راستہ پہلے ہی سے دریافت کر رکھا ہے بس آسانی سے سب باہر نکل آئے اور ابھی دم بھی نہ لیا تھا کہ دور سے ایک بڈھا سوار آتا دکھائی دیا سب اُس کی آمد سے سمجھ گئے کہ ضرور کوئی معاملہ بگڑ گیا ہے سوار نے گھوڑے سے اُتر کر جیمل سے ہاتھ ملا کر کچھ کان میں کہا جہاں تک ہمارا خیال کرتا ہے یہ سوار وہی بڈھا تھا جو کنور کو بطور مجرم دربار میں دیکھ کر اور اُس کی پھانسی کی خبر سُنکر غش کھا کر گر گیا تھا۔ نہیں ہماری بہادر مالن مردانہ لباس میں تھی مالن ہوش میں آتے ہی دربار سے غایب ہو کر یہاں آئی جیمل نے اپنی سپاہ کو شہر سینا کی طرف چلنے کا حکم دیا کوچ کا باجہ بجنے لگا اور آناً فاناً میں تیرہ سو سوار شہر سینا میں جا پہونچے اس فوج کے شہر میں آتے ہی چاروں طرف شور مچ گیا کوئی سمجھا کہ ڈاکو شہر کو لوٹنے آئے ہیں کسی نے کہا نہیں ہندوستان کے حاکم راجہ جے پال سے جنگ کرنے آیا ہے۔

غرضکہ لوگوں کے کان کھڑے ہوگئے اور اپنی بہو بیٹیوں اور مال و زر کو چھپا دیا کیونکہ اُس زمانہ میں خواہ ڈاکو ہی ہوں یا بادشاہ جب کسی شہر میں جاتے تو پہلے رعایا کی بہو بیٹیوں پر ہاتھ صاف کرتے پھر دولت کی طرف متوجہ ہوتے مگر یہاں کے لوگ یہ دیکھکر متعجب ہوئے کہ اُس

نو وارد فوج نے کسی کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھا اور سیدھی شاہی محل
کی طرف چلی گئی جب بادشاہ کو خبر ہوئی کہ غنیم آگیا ہے تو شاہی دروازہ
بند کردئے اوس وقت اندر کیا ہو رہا تھا آہا ہا کیسا دردانگیز نظارہ تھا
راجہ پانچوں مظلوموں کو تیل میں جلا چکا تھا اور اب کنور کی باری تھی۔
آخری وقت کنور سے کہا کہ اب بھی تارا کا خیال دل سے چھوڑ دو کنور نے
ایک نہ مانی تو جلادوں نے زنجیر سے ہاتھ پاؤں باندھکر کھولتے تیل میں ڈالنے
ہی کو تھے کہ جیمل کے سپاہیوں نے دروازہ توڑ ڈالا اور فوج کے
حوالے کرکے خود معہ سپاہیوں کے ان موذیوں کی گردنیں اُڑانے
لگا جنھوں نے بڑی خوشی سے مظلوموں کو جلتے اور تڑپتے دیکھا تھا دم بھر
میں خون ہی خون نظر آنے لگا بڑے بڑے مغروروں کے سر پاؤں میں
ٹھوکریں کھانے لگے کرسیوں پر صرف دھڑ ہی دھڑ رہ گئے تقریباً نصف
کے قریب وزرا و شرفا مارے گئے باقی اپنی اپنی جان بچا کر بھاگ گئے
لیکن جیمل نے شہر کے تماشیوں میں سے ایک کو بھی قتل نہ کیا
صرف دربار کے آدمیوں کو چن چن کے مارا قسمت سے راجہ جے پال
بھی آدمیوں کے مجمع میں چھپ کر بھاگ نکلا اب جیمل اور اُس کے
سپاہی نظر آنے لگے سب نے یہی مناسب سمجھا کہ اب یہاں سے
بھاگ چلو ایسا نہ ہو کہ قلعہ میں گھر جائیں یہ صلاح کرکے کنور سمیت جے کل
اپنی فوج کو لے کر روانہ ہوا جب راجہ جے پال معہ اپنی فوج کے
دشمن کی سرکوبی کو آیا تو وہاں بجز اپنے قریب کے رشتہ داروں اور
درباریوں کی لاشوں کے اور کچھ نہ پایا تو کل سلطنت کے بہادروں کو جمع
کیا اور یہ خوفناک حالت سب کو دکھا کر کہا۔

راجہ۔ پُرجوش الفاظ میں آہ یہ کیا ہو گیا میں کس منہ سے ان شرفا اور
وزرا کے گھران کے بال بچوں کو تسلی دینے جاؤں راجپوت بہادر

اگر تم میں سچا اور پاک خون موجود ہے اگر تم کو بزرگوں کے نام کچھ جوش دلا سکتے ہیں اور اُن یتیموں کی آہ وزاری تمہارے دلوں کو کھینچ سکتی ہے اگر اپنے رشتہ داروں اور تاج کا تمہیں ذرا بھی خیال ہے تو ابھی اِس کمبخت باغی کو تہ تیغ کر ڈالو میں جو کہتا تھا کہ کنور باغیوں سے میل رکھتا ہے دیکھا آخر کس طرح وہ لوگ بچا کر لے گئے اگر باغیوں کا یہ زور چندے رہا تو اپنی جان و مال کی خیر کسی کو بھی نہ رکھنی چاہیئے عزت و حرمت کو جواب دیدو اگر امن و امان سے زندگی بسر کرنا منظور ہے جیل کا سر دروازہ پر لٹکا دو اور اُس کے ایک جانب کنور کا سر اور دوسری جانب تارا کا۔ اِس طرح باغیوں کو عبرت ہوگی۔

ایک وزیر۔ لیکن غریب پروردہ کو ہستانی غاروں میں رہتے ہیں ہم اُن کو کیوں کر تلاش کریں گے۔

راجہ۔ شرم! شرم!! تیرہ سو آدمیوں کو تلاش نہیں کر سکتے وہ بھی آخر فوج ہے سوئی تو ہے نہیں جو نہ ملے گی۔

سپہ سالار۔ تو آپ بھی چلئے۔

راجہ۔ میں کیا انکار کرتا ہوں پہلے اپنا سر دوں گا بعدہٗ دوسرے کو مرنے دوں گا۔

سپہ سالار۔ مگر بیچاری تارا کو کیوں تکلیف دیجائے اُس کا تو پتہ ہی نہیں ہے اُس بیکس کو تو کوئی پکڑ لے گیا ہے۔

راجہ۔ اصل پوچھو تو وہی اِس شر کی بانی ہے۔

سپہ سالار۔ وہ قصور تو راجکمار کا اور اُس غریب کی آفت۔

راجہ۔ تم سمجھے ہی نہیں۔

اِس قسم کی باتیں کر کے بیس ہزار فوج لیکر جنگل کو چھاننے کی غرض سے روانہ ہوئے۔

چھٹا باب

شاہی بُرج کی نسبت مُستند روایت

کوہ ہمالیہ کے دامن میں شہر سے دو سو کوس مغرب کی جانب ایک گاؤں گرد چند جھونپڑیوں کا آباد ہے صرف چند مکانات ہیں وہ ٹوٹے پھوٹے کل گاؤں میں ایک دوکان ہے اسے ہم لوگ سوداگر کہتے ہیں مختلف قسم کا سامان جو دیہاتی زندگی کے لئے ضروری ہے اس دوکان پر موجود ہے تیل نمک چارپائی، کوئلہ، جوتے غرضکہ ٹوٹی پھوٹی حالت میں سب چیزیں رہی ہیں ایک خام دیوار لیکن بلند اس دیوار کے آگے ہے اگر کوئی دور سے اس گاؤں کے کل مکانات پر نظر ڈالے تو سب سے پہلے وہ خام دیوار ہے کل مکانات پر حکومت کرتی دکھائی دے گی اس کے اوپر ایک سنگ مرمر کا کتبہ مندرجۂ ذیل عبارت میں درج ہے۔

راجہ نراین سنگھ ۳۸۳ء میں پیدا ہوا اپنے والد کی جگہ ۴۰۱ء میں تخت پر بیٹھا اور ۴۰۳ء میں بوجہ اپنی حرکات ناشائستہ کے تخت سے اُتارا جا کر اس دیوار میں چنوا دیا گیا۔

اس دیوار کو شاہی بُرج کہتے ہیں کیونکہ ملک کا حقدار بادشاہ نراین سنگھ اسی دیوار میں چنوا دیا گیا تھا بُرج سے آگے پختہ مکان ہے جس میں آج خلاف معمول چراغ روشن ہے اور ایک جوڑا بیٹھا کچھ باتیں کر رہا ہے

ھرد۔ تارا دیکھو یہ سب تمہاری غلط فہمی ہے۔
آخاہ یہ۔ ہیرو اور ہیروین ہے شکر ہے کہ بعد مدت کے موت کے منہ سے نکلکر ملنے کا اتفاق ہوا ہے۔
تارا۔ صاحب میں محبت سے باز آئی بس دُنیا کی بیوفائی دیکھ لی۔
کنور۔ مگر مجھے تو معلوم ہو میں نے کیا قصور کیا ہے۔
تارا۔ اب مجھ سے کیا پوچھتے ہو اپنے دل سے خود ہی دریافت کرلو۔
کنور۔ آہ تارا میں نے کیسی مصیبتیں تیری محبت میں برداشت کیں۔ اور تم مجھ سے متنفر ہو گئیں۔
تارا۔ ہاں ہاں اب تو یونہی کہو گے لیکن میری حالت تمہیں معلوم نہیں چار روز کنوئیں میں لٹکی رہی۔
کنور۔ اور میں جو سات ماہ تک تنگ و تاریک قیدخانہ میں قید رہا۔
تارا۔ ہاں قید تو رہے لیکن لیلا کے ساتھ باغ کی اجازت ملجاتی تھی۔
کنور۔ کون لیلا؟
تارا۔ اب ایسا بھول گئے اجی اور کسی کو دم دینا
کنور۔ نہیں یقین جانو میں سچ کہتا ہوں مجھے کچھ بھی معلوم نہیں تم تو معمے سے حل کرا رہی ہو۔
تارا۔ اب یہ معمے ہو گئے سبھی بات معمہ ہوا کرتی ہے۔
کنور۔ اوہ اتم وزیرزادی لیلا کا ذکر کرتی ہو۔
تارا۔ کہو اب تو دل کو لگ گئی نام سُنتے ہی پھڑک گئے۔
کنور۔ پیاری تارا میں تم کو جان سے زیادہ عزیز سمجھتا ہوں اور تم دل آزاری کی باتیں کرتی ہو دیکھو میرا کیا حال ہو گیا اگر شادی کرنی منظور ہوتی تو آج بے سروسامانی کے ساتھ مجھے نہ دیکھتیں یہ جسم تمہاری ہی بدولت ایسا ہو گیا ہے۔
تارا۔ تو اُس روز شام کے وقت لیلا کے ساتھ کون تھا۔

کنور۔ میں سچ کہتا ہوں کہ تم سے جدا ہو کر اب تک قید میں رہا ہوں اور ابھی جیل مجھے موت کے منہ سے چھڑا کر لایا ہے۔

تارا۔ یہ تو ٹھیک ہے لیکن جب میں نے خود اپنے کانوں سے اُسے کنور کہتے سُنا ہے اور مرد عورت کو لیلا کے نام سے مخاطب کر رہا تھا پھر کیوں کر یقین کروں میری سمجھ میں نہیں آتا یہ معاملہ کیا ہے۔

کنور۔ گو لیلا سے مجھے زیادہ سابقہ نہیں پڑا لیکن اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ لیلا کوئی ایسی عورت نہیں جو غیر مرد کا منہ دیکھے وہ مدت سے مجھ پر فدا ہے اور کئی مرتبہ میرے پاؤں پر گر پڑی لیکن میں نے آج تک صحبت کا اقرار نہیں کیا اگر میں اُس سے شادی کرنے پر رضامند ہو جاتا تو ضرور آج تاج میرے سر پر دھرا ہوا ہوتا۔

تارا۔ تو ضرور کسی دشمن نے یہ چال چلی ہے۔

کنور۔ (تارا کی پیشانی کو بوسہ دیکر) میں بھلا اِس مدھبی صورت کو چھوڑ کر کسی دوسرے کا منہ کب تکنے لگا۔

تارا۔ یہی میرا حال ہے لیکن اُسن روز بڑا رنج ہوا اور کئی مرتبہ خودکشی کی بھی دل میں ٹھہرائی۔

کنور۔ اب تمہیں میرے سر کی قسم میری طرف سے دل صاف کرو۔

تارا۔ میرا دل ہمیشہ صاف رہا اور صاف رہے گا۔

کنور۔ مُبارک ہوں میں کہ ایسی معشوقہ نصیب ہوئی۔

تارا۔ ہاں یہ سب کچھ تو ہوا مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ جیل سے ہم کو کیا ہمدردی ہے جو بیکڑ دل سر دیکر مجھے ایک ظالم کے پھندے سے چھڑا لایا میں تو اُسے جانتی بھی نہیں شاید کہ تمہارا کچھ تعلق ہوگا۔

کنور۔ ہیں! کیا دراصل یہ کیا معاملہ ہے میں آجتک یہی سمجھے ہوئے ہوں کہ جیل کا تم سے کچھ رشتہ ہے اور اسی وجہ سے میری خاطر وہ صدہا تکالیف اُٹھا

رہا ہے۔

تارا۔ نہیں میں تو بیچارے کو جانتی ہی نہیں۔

کنور۔ تو ایک غیر شخص کو ہم سے کیونکر ہمدردی ہو گئی میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ کس طرح اُس نے اپنی جان خطرہ میں ڈالکر مجھے چھڑایا ہے۔

تارا۔ بھئی میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اُس کو مجھ سے کیا تعلق ہے۔

کنور۔ یہ ضرور کوئی راز ہے اچھا جس وقت جمیل ملنے آئے گا تو اُس سے ضرور معلوم کریں گے۔

تارا۔ یہ تو کہو میری والدہ کا کیا حال ہے۔

کنور۔ زیادہ تو معلوم نہیں اتنا جانتا ہوں کہ جب ظالم مجھ کو ہلاک کرنے لگے تو غریب بڑھیا غش کھا کر گر پڑی تھی پھر ہوش آیا تو ہوا ہو گئی اُس وقت مردانہ لباس میں تھی۔

تارا۔ خیر دُنیا میں ہر شخص کو اور خاص کر محبت کے قیدی کو ضرور ہی مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن رنج کے بعد راحت ضرور ہوتی ہے میرے خیال میں ہمارے مُصیبت کے دِن ختم ہو گئے کوئی ترکیب کرو جس سے باقی ماندہ زندگی بہ آرام بسر ہو۔

کنور۔ سب سے پہلے ہمیں باقاعدہ شادی کرنی چاہیئے۔

تارا۔ جیسی رائے ہو اپنے محسن جمیل سے بھی رائے لے لو۔

ابھی ابھی تذکرہ ہو رہا تھا کہ جمیل بھی آگیا اور دونوں کو ایک جگہ بیٹھا دیکھکر اُس کے چہرہ سے مسرت کے آثار نمایاں ہو گئے۔

جمیل۔ میں تمہاری باتوں میں مخل ہوا معاف کرنا چاہتا ہوں۔

کنور۔ نہیں نہیں یہ آپ نے کیا کہا آپ تشریف رکھیئے چند ضروری معاملات میں آپ سے مشورہ لینا ہے۔

جمیل۔ (بیٹھ کر) ہاں فرمائیے۔

کنور۔ ہم دونوں آپ کے تابعدار ہیں اور تابہ زندگی غلام رہیں گے ہماری جانیں موت کے مُنہ سے نکالیں۔

جمیل۔ نہیں شکریہ کی ضرورت نہیں یہ میرا فرض تھا سو میں نے پورا کر دیا یہ کوئی نیک کام نہ کیا ہاں نہ کرنے میں گناہ تھا۔

کنور۔ ہمارے سچے محسن اس معمّے کو ہم جاننا چاہتے ہیں کہ یہ آپ کا فرض کیونکر تھا (تارا کی طرف اشارہ کر کے) نہ یہ پیشتر سے آپ کو جانتی ہیں پر بلا وجہ خود کو خطرہ میں ڈالکر ہم کو کیوں بچایا۔

جمیل۔ یہ ایک راز ہے جس کو پیارے میں ابھی نہیں بتا سکتا ہاں کبھی نہ کبھی تمھیں معلوم ہو جائے گا۔

کنور۔ ہمارے دل اس راز کے سُننے کے ازحد مشتاق ہیں اگر تکلیف نہ ہو تو ابھی بتا دیجئے۔

جمیل۔ میں ابھی نہیں بتا سکتا یہ یاد رکھنا کہ میں ضرورت اور مصیبت کے وقت کام آؤں گا۔

کنور۔ ہم تو اب تک آپ کے حسب و نسب سے بھی نہیں واقف۔

جمیل۔ میرا حسب و نسب کیا ایک آوارہ خانہ بدوش ڈاکوں لوگوں کو ستانا اور خاصکر سلطنت کے شرفا کی عزت لینا میرا کام ہے۔

کنور۔ مگر ہمارے ساتھ تو اتنا سلوک کیا ہے کہ بیان سے باہر ہے ہم کیونکر مان لیں کہ آپ شرفا کی عزت کے درپے ہیں۔

جمیل۔ بیٹا یہ بڑے پیچیدہ معاملات ہیں تم ابھی نہیں سمجھ سکتے۔

جب جمیل کی زبان سے بیٹا نکلا تو کنور کا چہرہ خون سے سُرخ ہو گیا دل دھڑکنے لگا اور خود بخود جوش آ گیا لیکن اسے معلوم نہ ہوا کہ کیوں۔

کنور۔ تو ہمارے لئے آپ کی کیا رائے ہے۔

جمیل۔ میں شادی کا کل سامان تیار کر چکا ہوں مُقدم یہی بات ہے کہ شادی

ہو جائے کیوں بیٹا تمہاری کیا رائے ہے۔

تارا (شرم سے سر جھکا کر) جیسی رائے ہو۔

جمیل۔ تو اب تم آرام کرو کل شادی ہو جائے گی لیکن کنور یہ خیال نہ کرنا کہ ورا ثت میں تمھیں ڈاکہ زنی ملے گی نہیں نہیں سلطنت سینا کا تخت اگر میرا دم میں دم ہے تو اپنے ہاتھ سے تاج تمہارے سر پر رکھوں گا۔

کنور۔ مجھے تخت و تاج کی ضرورت نہیں۔

جمیل۔ کیوں نہیں مایوس نہ ہو تم وارث تخت و تاج کے ہو اور وہ تمہیں ضرور ملے گا۔

کنور۔ ہاں یہ شاہی برج اس مکان کے قریب کیسا بنا ہوا ہے کیا سچ مچ کوئی راجہ اس برج میں چنوا دیا گیا یا محض مصنوعی قصہ ہے۔

جمیل۔ اس برج کی نسبت عجیب و غریب روایت مشہور ہے مگر مجھے تو یہ مستند معلوم ہوتی ہے کہتے ہیں کہ کوہستانی سلطنت کے تخت پر ایک راجہ نرائن سنگھ نامی جلوہ افروز تھا ۱۴۸۱ء میں وراثت میں ملک حاصل کرکے تخت پر بیٹھا اُن دنوں نرائن سنگھ جلوہ افروز تھا بیماری کی وجہ سے ملک میں طرح طرح کے فتنہ و فساد برپا ہوئے تھے جب نرائن سنگھ کے والد شیر جنگ کا انتقال ہوا جسنے جو حصہ ملک کا چاہا دبا لیا ہر جگہ ڈاکے پڑنے لگے امیروں نے رعایا پر ظلم و ستم کرنا شروع کر دیا فوج نے بغاوت اختیار کی نرائن سنگھ ناز پروردہ اور ناتجربہ کار تھا اس طوفان بے تمیزی کو فرو نہ کر سکا لیکن دو سال بعد ملک کے مشہور باغی جے پال موجودہ راجہ نے بڑے بڑے سرغنہ ڈاکوؤں کو گانٹھ کر ایک دربار کیا اور یہ رائے پاس کرائی کہ نرائن سنگھ کے ملک کے شرفا اور امرار کی دولت لوٹنی چاہیئے اور یہ تمام لٹیرے اور بدمعاش اُسی کی طرف سے ملک کو تباہ و برباد کر رہے ہیں اس لیئے نرائن سنگھ کو قتل کرا دیا

جائے اور اُس کی جگہ جیپال کو تخت پر بٹھا دیا جائے اُس دربار میں ملک کا شریف آدمی کوئی نہ تھا باغی و بد معاش شریک تھے بس اسی طرح سازش کر کے بیچارے حقدار کو تخت سے اُتار کر قتل کرا دیا اور دیوار میں چنوا دیا۔

کنور۔ نرائن سنگھ کے بیوی بچے نہ تھے۔

جمیل۔ سب تھے نہ معلوم کہاں گئے ممکن ہے کہ باغیوں نے اُنہیں بھی قتل کرا دیا ہو۔

کنور۔ ہیں تو کیا راجہ جے پال میرا باپ باغی تھا اور اُس نے بے ایمانی سے تخت لیا ہے۔

جمیل۔ معاف کرنا میں تمہارے والد کی نسبت ایسی رائے دے رہا ہوں لیکن بات یہی قرینہ و قیاس سے معلوم ہوتی ہے۔

کنور۔ تب ہی اُن کی طبیعت اتنی سخت ہے۔

یہ باتیں کر کے جمیل تو رخصت ہوا رات بہت گذر گئی تھی دونوں عاشق و معشوق بھی آرام کرنے کے لئے اپنے اپنے کمرہ میں چلے گئے۔

ساتواں باب

وصل جدائی

آفتاب صبح کے شفاف چشمہ پر منہ دھونے کے لئے آگیا ہمالیہ کے سرسبز درختوں کو نسیم سحری ہاتھ پکڑ کے گہری نیند سے جگانے لگی خورشید کی پیاسی شعاعیں صبح اُٹھتے ہی شبنم کے نازوں سے پلے قطرد [illegible] کا

بے رحمی سے لہو پینے میں مصروف ہو گئی ہیں قدرت کے ہاتھوں سے لگائے
ہوئے نازک پودے نہایت ادب سے جھک کر شاہ مشرق کو سلام کرتے
نظر آتے ہیں قدرت کے ہاتھوں سے رنگے ہوئے پرند درختوں پر بیٹھکر باد صبا
کی آمد کی خوشیاں منانے میں مصروف ہو گئے قدرتی چشموں کا شفاف
پانی سنہری شعاعوں سے سنہرا نظر آتا ہے آہا ہا قدرت کا عجب نظارہ
اس دلکش وقت پر ہمالیہ کے دامن میں نظر آتا ہے اور سب سے
بڑھکر دل بہلانے والا اس چھوٹے سے گاؤں گرنوں کا سین ہے
جس کی سیر ناظرین گذشتہ شب کو کر چکے ہیں دیہاتیوں کے بھولے
بھالے ننھے ننھے بچے جن کا دل مکر و فریب سے بالکل پاک صاف
ہوتا ہے دہوپ میں بیٹھ کر اپنے اپنے پیارے چہروں کو آفتاب کی
طرف کرکے دہو رہے ہیں سیدھے سادھے دیہاتیوں نے قرب و جوار
میں ہل چلانے شروع کر دئے ہیں یہ کیسا دلکش نظارہ ہے دساتی
زندگی بھی کیا ہی لطیف ہے اور آج تو اس گاؤں پر غیر معمولی حسن برس
رہا ہے ہر طرف سے مبارک باد کی صدائیں آرہی ہیں۔ دلکش باجوں
کی آوازیں پہاڑ کی چٹانوں سے ٹکریں کھاکر گونجائے دیتی ہیں ہر کس و
ناکس کا چہرہ بشاش نظر آتا ہے اور ایک میدان میں گاؤں کے کل
اشخاص زمین کے قدرتی فرش پر آسمان کا شامیانہ لگائے بیٹھے ہیں
درمیان میں ایک دلفریب جوڑا موجود ہے اور اپنی رسومات کے مطابق
شادی ہو رہی ہے۔ آفتاب بھی اس نظارہ کو دیکھنے کے لئے چلا آرہا ہے
ایک مہ جبین شیریں کلامی سے اپنے نئے خاوند سے قول قرار کر رہی
ہے کہ میں ہمیشہ تمہارے حکم کی پابند رہوں گی ایسا کونسا بشر ہوگا جو ایک
مہ جبین سے یہ کلمات سنکر موم نہ ہو جائے گا۔
ناظرین یہ ہمارا وہی دلفریب جوڑا ہے جسکی شادی کی گذشتہ شب

تجویز ہو رہی تھی۔ لیکن ہائے یہ کیسا غضب ہو گیا سب آدمیوں نے یہ ہتھیار کیوں باندھے اور یہ شادیانے جنگی باجوں سے کیوں منتقل ہو گئے۔

آہ! یہ جرار فوج کس کی آئی جس نے تتر بتر کر دیا بہادر جیمل بھی ایک چھوٹے سے دستہ پر نظر آتا ہے کنور نے یہ حال دیکھکر زرہ بکتر پہن کر خود لگایا اور مسلح ہو کر ایک ترکی سمند پر سوار ہو کر میدان کارزار میں گھس پڑا خدا خیر کرے۔ نئی شادی ہوئی ہے ایک طرف جرار لشکر اور دوسری طرف بے سروسامانی سے مٹھی بھر دیہاتی بھلا کیا خاک مقابلہ کریں گے لیکن ہائے اتنی بات ضرور ہے ایک فریق محض سچائی پر کمر بستہ ہے اور دوسری طرف لشکر جرار انصاف کا خون کرنے پر تیار رہے نیزے اور تیر چلنے لگے ہیں تلواروں کی جھنکار سے جنگل گونج رہا ہے بہادروں کے خون جوش کھا رہے ہیں زور شور سے لڑائی ہو رہی ہے کبھی ایک فریق دوسرے فریق کو چار قدم ہٹا دیتا ہے کبھی دوسرا۔ اس بے تعداد لشکر پر سلطنت کا راجہ جے پال بذات خود ہے تو کیا باپ بیٹوں میں لڑائی ہو رہی ہے۔

آہاہا یہ ظالم چرخ تو کیا کیا نہیں کر گذرتا جب نصف گھنٹہ کامل سخت لڑائی ہو چکی اور کشتوں کے پشتے لگ گئے تو بہادر کنور برق وش تڑپکر راجہ کے مقابل آیا۔

کنور۔ (للکار کر) آیئے دو دو ہاتھ ہو جائیں۔

راجہ۔ ہیں کنور تم ہو مجھے تو اُمید نہ تھی کہ ایک باحیا لڑکا میرے روبرو آئے گا۔ شرم! شرم!! شرم!!!

کنور۔ صداقت پر جان دینے کے لئے کنور ہمیشہ تیار ہے۔

یہ سُنکر راجہ نے جوش میں آکر ایسا نیزہ مارا کہ کنور کے گھوڑے کے لگا اور سرے خون کا فوارہ جاری ہو گیا اور گھوڑا لڑکھڑاتا ہوا [illegible] پر آرہا گھوڑے کے گرتے

ہی راجہ نے چند وار اور کئے لیکن خالی گئے جب وار کرتے کرتے راجہ تھک گیا تو کنور نے موقعہ پاکر سنگین چلائی لیکن بے سود رہی پھر تلوار چلائی کہ جس سے راجہ کے بازو پر خفیف زخم آیا اور ہاتھ سے نیزہ چھوٹ گیا لیکن غصّہ ہوکر راجہ پھر سنبھلا اور باپ بیٹے میں سخت جنگ ہوئی دونوں نے وہ جوہر دکھائے کہ دونوں جانب کی سپاہ ششدر رہ گئی ایک طرف تارا کی صورت کنور کو جوش دلا رہی تھی۔ دوسری جانب خدائی پاس راجہ کو ترغیب دے رہا تھا۔ جب لڑتے لڑتے دیر ہوگئی تو کنور کے سر پر ایسا کاری زخم آیا کہ بے ہوش ہوگیا یہ حالت دیکھکر شاہی فوج کنور پر ٹوٹ پڑی اور دم میں دیہاتیوں کو تتر بتر کردیا۔ میدان میں صرف شاہی فوج نظر آنے لگی۔

جب سب دشمن بھاگ گئے تو راجہ نے گانوں کا محاصرہ کرلیا تین دن اور دو راتیں برابر شاہی فوج محاصرہ کئے پڑی رہی محصورین کے پاس کھانے کو نہ رہا تو جانوروں کو مار مار کر کھانے لگے۔

چوتھے روز گاؤں کے پھاٹک کھولدینے کی رائے ہوئی اور سبھوں کے بھوک و پیاس سے تڑپنے کی بہ نسبت ایک دم مرنا گوارہ کرلیا گانوں کے کل لوگ جمع ہوئے اور صلاح ٹھہری کہ اب خود کو راجہ کے سپرد کرنا چاہیئے صلح کا جھنڈا دیکر سفیر راجہ کی خدمت میں روانہ کیا۔

راجہ نے سفیر کی از حد خاطرداری کرکے صلح کے فرائض منظور کرلئے کل فوج بے فکر ہوگئی اور ہتھیار ڈالدئے ابھی گانوں کے دروازہ کھلنے بھی نہ پائے تھے کہ ایک جرار فوج نے مغرب کی جانب سے آکر حملہ کردیا راجہ یہ دیکھکر آگ بگولہ ہوگیا۔ جوں توں کرکے فوج کو آراستہ کیا اور دو دستوں میں تقسیم کرکے غنیم کا مقابلہ کرنے لگا لیکن اس مرتبہ راجہ نے یہ جی میں ٹھان کر کہ اگر اب کے مرتبہ جیل خود ہی آنکر پاؤں پڑے تو بھی صلح

نہ کروں کیونکہ اس نے پہلے تو صلح کا پیغام بھیجا اور پھر ایک فوج حملے کے لئے روانہ کردی۔ جب جیمل کی فوج اور گانوں والوں نے جنگی باجہ بجنے کی آواز سنی اور تلواروں کی جھنکار دیکھی تو سب حیران ہو گئے۔

اوّلاً تو یہ سمجھا کہ ضرور راجہ کی فوج بگڑ گئی اور نفاق کی وجہ سے آپس میں لوگ لڑنے لگے۔ لیکن جب دوسری فوج کی کمان پر جواہر کو دیکھا تو یہ شبہ دور ہوگیا اور گانوں والے تالیاں بجانے لگے وہ سمجھے کہ آپس میں یہ لوگ لڑ کر مر جائیں گے اور یہ بلا ہمارے سر سے دور ہوئے گی ادہر دراصل جواہر آیا تو جیمل کی سرکوبی کے لئے تھا مگر وہ سمجھا کہ میرے آنے کی خبر کسی نے جیمل کو دی ہوگی تو پہلے ہی اوس نے فوج گانوں کے گرد کھڑی کر دی اس لئے وہ آتے ہی شاہی فوج پر ٹوٹ پڑی جواہر کی فوج کے نصف میل کے قریب کھڑی ہوگئی دونوں طرف سے وہ تلواریں اور تیر سے چلے کہ میدان شرخ ہوگیا بہادروں کے سر ٹھوں کی ٹکرانے لگے تیروں کی بوچھار سے سیکڑوں سر خاک میں ملگئے ہر حملے پر بیسیوں کا خون ہونے لگا ایک طرف مجروحوں کی آہ وزاری دوسری طرف پُرجوش نعروں اور باجوں نے پہاڑ کو سر پر اُٹھالیا۔

جب شام ہوگئی اور کسی کا پلہ نیچے نہ ہوا تو دونوں طرف صلح کے سفید جھنڈے لہرانے لگے اور فوجیں دن بھر کی تکان اُتارنے کے لئے خیموں میں چلی گئیں۔ لیکن آرام کسے نصیب رات بھر دونوں کو یہی خیال رہا کہ کہیں دغا سے شب خون نہ کر جائے۔

اگلے روز صبح چار بجے سے ہی پھر جنگ شروع ہوگئی ماہتاب اس خونریز جنگ کو دیکھکر معہ اپنے من چلے ستاروں کے میدان کارزار سے کافور ہوگیا۔ شب سیاہ نے بھی منہ پر سے نقاب اُٹھائی تاکہ یہ عالمگیر جنگ دیکھے لیکن جب لڑتے لڑتے دوپہر ہوگئی اور تلواریں برق کی مانند

چمکنے لگیں تو نوجوان سپاہیوں کی آنکھیں چوندھیا گئیں ہتھیار ڈالدے صلح کے جھنڈے لہرانے لگے - اور جواہر نے راجہ کے پاس سفیر شرائط صلح طے کرانے کیلئے بھیجا۔

جب راجہ کو یہ معلوم ہوا کہ یہ جنگ مُفت میں ہی ہوئی تو ہزار ہا آنسو بہائے اور از حد پشیمان ہوکر جواہر سے ملنے کی آرزو ظاہر کی یہ خبر سُنکر جواہر خود راجہ کی خدمت میں حاضر ہوا دونوں میں دوستانہ محبت پیدا ہوگئی اور یہ صلاح ٹھہری کہ دونوں فوجیں ملکر جمیل کی فوج کو نیست و نابود کردیں پھر کیا تھا ہزاروں دل چلے بہادر حکم پاتے ہی گاؤں کے دروازے اور قفل توڑ کر اندر گھس گئے اور جمیل کے سپاہیوں کو چن چن کر مارنا شروع کیا چند منٹ میں فتح کے نقارے بجنے لگے - بادشاہ کے ایک سپاہی نے آکر خبر کی کہ جمیل اور تارا دونوں گرفتار کر لیا ادھر جواہر کے چند سپاہی کنور کو ہاتھوں ہاتھ لیگئے اور دونوں فوجوں نے اپنا اپنا راستہ لیا۔

آٹھواں باب

مالن کی لڑکی

اب ہمارے صلح جو خیالات پھر شہر سینا میں آموجود ہوئے ہیں جہاں کہ شہر کے باہر ایک وسیع میدان میں کل درباری اور رعیت کے لوگ جمع ہیں درمیان میں ایک بہادر کی شکل بنی ہی پاؤں میں

بیڑیاں پڑی ہیں سرنگوں کھڑا ہے اور ایک طرف آگ کسی کے دل کی طرح تیزی سے جل رہی ہے دو جلاّد ہاتھوں میں نیزے اور طرح طرح کے عذاب کے ہتھیار لئے کھڑے ہیں آگ میں پندرہ بیس سلاخیں گرم ہو رہی ہیں راجہ جے پال معہ اپنے وزیروں کے اس مجمع میں کرسیاں بچھائے بیٹھا ہے۔

راجہ۔ کیوں جمیل اب موت سے کانپتا کیوں ہے ظالم جس طرح تو نے میرے دل کو جلایا ہے اسی طرح میں تجھکو جلا دونگا۔

جمیل۔ میں موت سے نہیں ڈرتا بہادروں کے لئے موت کوئی خوفناک چیز نہیں ہے لیکن یہ چاہتا ہوں کہ ستا ستا کر نہ مارو اگر مارنا ہی منظور ہے تو میرا سر قلم کر دو۔

راجہ۔ بدذات! تو نے مجھے بہت ستایا ہے اور اب مرنا بھی آرام سے چاہتا ہے۔

جمیل۔ دنیا کو معلوم ہے کہ میں نے تمہیں کیا ستایا ہے ہاں سچائی کے لئے میں نے کیا اُس کا میں اقراری ہوں۔

راجہ۔ اچھا جلاّدو پہلے اس کی آنکھیں نکال کر نمک مرچ بھر دو تاکہ اپنی موت کو آتے دیکھ بھی نہ سکے۔

حکم پاتے ہی جلاّدوں نے چھریاں تیز کر لیں اور بے رحمی سے مجرم کی آنکھیں نکالنی شروع کر دیں یہ عبرتناک نظارہ دیکھ کر آسمان بھی دہل گیا چھری لگتے ہی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے ہر کس و ناکس غش غش کرنے لگا لیکن بہادر مجرم نے اُف تک نہ کی جب آنکھیں نکل گئیں تو راجہ نے جمیل کو جلانے کا حکم دیا جلاّدوں نے مجرم کے کپڑے اتارے اور آن سلاخوں سے جو مثل انگارے کے سُرخ تھیں بیکس کو داغنا شروع کر دیا پہلا تو سالم پشت پر لگائیں جلنے لگتے ہی نہ صاف جلد بلکہ ہڈی کو

بھی خاک کر دیا یہ بود ارد ہواں ادہر ادہر اڑنے لگا سب سنگدلوں نے پہلے ہی سلاخیں لگائی جانے پر راجہ کے نام کا نعرہ بلند کیا جب بے کس جیل خوب تڑپ چکا تو جلادوں نے پھر دو سلاخیں سینہ پر لگائیں جس سے کہ پسلیاں تک جل اٹھیں اور مجرم لڑکھڑاتا ہوا زمین پر مثل ماہی بے آب کے تڑپنے لگا اور تڑپ کر بے ہوش ہو گیا۔

یہ دیکھکر جلادوں نے سرد پانی کے چھینٹے منہ پر مارے اور کیوڑہ سنگھایا جب قدرے ہوش آیا تو پھر گرم سلاخیں پیٹ پر لگائیں جہاں جہاں یہ سلاخیں لگائیں وہاں سے ہڈی تک جل گئی لیکن بہادر ہو تو ایسا ہو کہ دیکھنے والوں کی زبان سے آہ نکل گئی مگر اس جوان مرد نے اُف تک نہ کی حتی کہ روح قالب عنصری سے پرواز کر گئی آہ کیا دردانگیز نظارہ آج یہاں وقوع میں آیا ظلم وستم کا خاتمہ کر دیا ہے۔

جب اس جنگی اسیر کی نعش یوں بیکسی سے تڑپ تڑپ کر ٹھنڈی ہو گئی تو راجہ کے حکم سے ایک نازنین جو کہ پیشتر ہی سے اس خوفناک نظارہ کو دیکھ رہی تھی اس منظر میں لائی گئی۔

آہا ہا یہ تو پیاری نازنین تارا ہے آہ خوفناک نظارہ کو دکھا کر سزا دی جائے گی غضب! غضب!! غضب!!! اس کا یہ نازک دل اس طرح کی سزا کو کیونکر گوارا کرے گا۔ تارا کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں گردن جھکی ہے اور منہ پر نقاب ڈالی ہے تارا کا دل اپنے ہمراہی کی موت اور جرأت دیکھ کر کسی قدر مضبوط ہو گیا تھا لیکن اب اس میدان میں آ کر نکلنے لگے ہیں تارا جیسی نازک اندام لڑکی کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاویں اور کوئی اُف تک نہ کرے خدایا یہ کیسے سنگدل لوگ ہیں ایک مجسّم حسن کی تصویر کھڑی روئے اور کسی کو اس کی بے کسی پر رحم نہ آئے۔

راجہ۔ او بد ذات تو نے میرے گھر کو برباد کر دیا اب روتی ہے اپنے کئے پر پشیمان ہو اور گناہوں سے توبہ کر۔

تارا۔ (شرمیلی آواز سے) اے راجہ اس میں کوئی میرا قصور نہیں آپ بلا قصور مجھے قتل کرتے ہیں لیکن یہ نہ سمجھنا کہ اپنی جان بچانے کے لئے بیقصور بننا چاہتی ہوں نہیں نہیں میں اپنی زندگی کو اتنا عزیز نہیں سمجھتی ہوں جس کے لئے جھوٹ بولا جائے بلکہ اس لئے میں آگاہ کرتی ہوں کہ آپ مفت میں کسی کے خون میں ہاتھ نہ رنگیں۔

راجہ۔ ہاں اب ہمیں نصیحت دینے آئی ہے سلطنت کے چراغ کو تو نے گل کر دیا ہزاروں روحوں کا صبر تیری جان پر پڑے گا۔

تارا۔ کیا آپ دل پر ہاتھ رکھ کر کہہ رہے ہیں کہ میں نے ہی درحقیقت کنور کو باغی کر دیا ہے۔

راجہ بیشک میں فخر سے کہتا ہوں کہ کنور کو ان معاملات سے سروکار نہ تھا نہ معلوم تو نے کیا جادو کر دیا جو اس نے والدین کو بھی جواب دیکر تیری حمایت لی گو تو مالن کی بیٹی ہے اور میرا نمک کھایا ہے مگر چونکہ مجرم ہے اس لئے تجھے آج ضرور قتل کراؤنگا مالن کی بیٹی ہو کر رانی بننے کی آرزو رکھتی ہے۔

تارا۔ مجھے فخر ہے کہ مالن کی لڑکی ہوں کیونکہ مالن کی لڑکیاں لڑکے آج کل کے شریفوں سے ہزار درجہ بہتر ہیں وہ کسی کی آبرو بگاڑنا نہیں چاہتے ہیں۔

راجہ۔ مرتے وقت یہ گستاخی غضب ہے ایک رذیل قوم کی لڑکی اور ایسی منہ پھٹ۔

تارا۔ راجہ صاحب آپ مجھ کو بار بار رذیل کہکر ہتک نہ کریں گو میں یہ نہیں جانتی کہ میں کس کی لڑکی ہوں آیا رذیل ہوں یا شریف لیکن طعنہ یہ ناحق

سُنکر میرا خون جوش کھاتا ہے اور اگرچہ حقیقت یہ خون رذیل ہے آپ سے سچ کہتی ہوں کہ رذیلوں کا خون آپ کے خون سے بدرجہا بہتر ہے آپ مجھے قتل کرا دیں بس اب یہی آرزو دل میں ہے۔

راجہ۔ اچھا چونکہ تو میری مالن کی بیٹی ہے اس لئے تجھکو مثل تیرے مددگار کے تڑپا تڑپا کر نہ ہلاک کراؤں گا بلکہ ایک دم اس جلتی آگ ہی میں ڈلوا دونگا (جلاّدوں سے) اچھا اپنا کام کرو۔

جلاّدوں نے حکم پاتے ہی تارا کا ہاتھ پکڑ لیا اور آگ میں ڈالنے لے چلے آگ میں ڈالنے ہی کو تھے کہ ایک لونڈی محلوں میں سے آئی اور راجہ کے کان میں کچھ کہہ کر چلی گئی نہ معلوم اُس نے راجہ کو کیا منتر پڑھا دیا کہ راجہ نے فوراً جلادوں کو روک کر تارا کو موت کے مُنہ سے نکال کر محلوں میں پہونچا دیا۔

جب تارا محل میں گئی تو رانی نے دوڑ کر تارا کو اپنے کلیجہ سے لگا لیا نہ معلوم تارا کا دل اس وقت کیوں بھر آیا کہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

تارا۔ (سسکیاں لیتے ہوئے) آہ مجھے اس زندگی میں کس کس کا ممنون ہونا پڑے گا۔ اے رانی تیرا بھلا ہو کہ تو نے میری جان بچائی مجھے اس وقت جان بچنے سے اس لئے خوشی نہیں حاصل ہے کہ میں زندہ رہ کر دنیا کی بہار دیکھوں نہیں نہیں میں اس لئے چندے جینا چاہتی ہوں کہ اپنے پیارے کو ایک مرتبہ اور دیکھ لوں۔

رانی (تارا کو علیحدہ کمرہ میں لے جاکر) تارا یاد رکھ جب میں دنیا میں نہ ہوں گی تب ہی تجھے کوئی قتل کر سکے گا میری زندگی تیرے ساتھ ہے۔

تارا۔ رانی صاحبہ کون کسی کے لئے مرتا ہے دنیا میں سب اپنے دکھ سکھ کو روتے ہیں بھلا مجھ غریب مالن کی لڑکی سے رانی کو کیا نسبت ہوسکتی ہے۔

رانی۔ (کچھ سوچکر روتی ہوئی) ہیں! تارا تمہیں کچھ بھی نہیں معلوم۔

تارا۔ (حیران ہوکر) کیا! معلوم کیا ہوتا۔

رانی۔ کنور کا حال۔

تارا۔ مجھے اس کشت وخون میں ابھی بھی نہیں خبر۔

رانی۔ تو پھر کہاں گیا۔

تارا۔ مجھے کیا معلوم۔

رانی۔ تارا کیا تم سچ مچ کنور سے محبت کرتی ہو۔

تارا۔ (آنکھوں میں آنسو بھرکر) یہ دل محبت کرنے کے قابل نہیں ہے۔

رانی۔ ہیں ہیں اتنا کیوں گھبراتی ہو۔

تارا۔ میں چاہتی ہوں کہ ایک مرتبہ کنور کو دیکھکر ہلاک ہوجاؤں۔

رانی۔ آہ تارا تو ایسی باتیں کرکے میرا دل دکھاتی ہے۔

تارا۔ بھلا ایک مالن کی لڑکی کے مرنے سے تم کیا رنج ہوگا۔

رانی۔ تو مجھے اب یہ بتاؤ کہ کنور سے تمہارا کیا تعلق ہے۔

تارا۔ (شرماکر) میری شادی ہوچکی ہے۔

رانی۔ (متعجب ہوکر) ہیں یہ کب۔

تارا۔ گو ٹوں میں اور متعجب کیوں ہو تم بھی راجہ کی طرح میرے اور کنور کے تعلقات کو ناپسند کرتی ہو۔

رانی۔ نہیں نہیں میں تمہارے خلاف نہیں ہوں ور یہ تو جوڑی ٹھیک ہے

اگر تم کسی رذیل سے شادی کرتیں تو بھی رنجیدہ نہ ہوتی۔

تارا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں تمہیں جانتی بھی نہیں اور تم اتنی ہمدردی ظاہر کرتی ہو۔

رانی۔ ہاں تارا ایک بات اور معلوم کرنا چاہتی ہوں وہ یہ کہ کیا آج راجہ نے جمیل کو قتل کرا دیا۔

اس کا تارا نے کچھ جواب نہ دیا بلکہ ایک قسم کی امید سی اس کے چہرہ پر نظر آنے لگی۔

رانی۔ تم نے جواب نہ دیا۔

تارا۔ معاف کرنا میں اور خیال میں تھی ہاں قتل تو کرا دیا ہے یہ سب خلقت جانتی ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ نہایت بے رحمی سے مارا گیا ہے۔

رانی۔ ہائے جمیل جیسے بہادر کو قتل کرا دیا۔

تارا۔ یہی تو افسوس ہے۔

رانی۔ یہ بڑا سنگدل ہے اسے موت بھی نہیں آتی۔

ان دونوں میں گفتگو ہو رہی تھی کہ راجہ بھی آ گیا۔

راجہ۔ کیوں تم نے لونڈی کی معرفت یہ کیوں کہلا بھیجا تھا کہ تارا کو قتل نہ کرنا ورنہ میں خود کو چھری سے ہلاک کر لوں گی آج میں ضرور معلوم کروں گا کہ یہ کیا راز ہے۔

رانی (کانپتی ہوئی آواز میں) راز کیا خاک ہوتا کیا تم نہیں جانتے کہ تارا کو قتل کرا کے کیا ہوتا۔

راجہ۔ میں کسی سے نہیں ڈرتا مجھے اس کے حمائتیوں کا ذرا خیال نہیں اب رہ ہی کون گیا ہے ایک جمیل مکار رہتا تھا تو آج وہ بھی دنیا سے کوچ کر گیا وہ خود نہ بچ سکا تو دوسروں کو کیا بچاتا۔

رانی - افسوس ہے کہ تم ایسے سنگدل ہوگئے ہو میں نے وہ نظارہ اگرچہ دیکھا نہیں مگر سب معلوم ہے۔

راجہ - لیکن تم باتوں میں میرا سوال نہ ڈالو یہ بتاؤ تم نے تارا کی جان کیوں بچائی کیا تم کو شرم نہیں آئی کہ اسی نے کنور کو بگاڑ کر خاندان میں داغ لگایا - ایک مالن کی لڑکی اور تم اوس کے بچانے کی فکر کرو۔

رانی - مالن کی لڑکی۔

راجہ - اور کیا شہنشاہ کی

رانی - کوئی کتنا ہی رذیل ہو مگر اُس پر ظلم نہیں کرتے۔

راجہ - ایسی رحم دلی تم اپنے پاس رکھو اگر تمہاری طرح میں بھی رحم دل بن جاؤں تو دو دن میں سلطنت تباہ ہو جائے۔

رانی - تو کیا تم تارا کو قتل کر دوگے۔

راجہ - اگر میں اُسے قتل نہ کراؤں گا تو ملک کی رذیل عورتوں کو شرفا کے لڑکوں کے ساتھ جرارت ہوگی۔

رانی - لیکن اس کا انجام بھی جانتے ہو۔

راجہ - تم بار بار اُس کے انجام سے ڈراتی ہو میں بخوبی جانتا ہوں کہ اس کا انجام ملک - تخت دونوں کے لئے مفید ثابت ہوتا ہے۔

رانی - کیا تم یہی چاہتے ہو کہ کنور بھی پتھروں سے سر توڑ کر جان دیدے۔

راجہ - پہلے تو یہی خیال تھا اور اسی وجہ سے میں اپنے ہاتھ سے قتل کرنے لگا تھا لیکن اب تو کنور کا مددگار قتل ہو چکا ہے اس لئے اگر اب کنور زندہ بھی رہے تو کوئی نقصان نہیں ہے اور اُمید ہے کہ اب کنور سمجھانے سے مان جائے گا بہت ہی ذلت اُٹھا

چکا ہے

رانی - تو پھر تارا کو کیوں قتل کراتے ہو۔
راجہ - کیا تارا کے ہاتھ میں کنور کی جان ہے۔
رانی - بیشک جب کنور کو معلوم ہوگا کہ تارا قتل ہوگئی تو وہ تمہارے خون کا بھی پیاسا ہو جائیگا اور اپنی جان بھی دیگا۔
راجہ - کیا اب تک کنور کے سر سے یہ جنون دور نہ ہوا۔
رانی - دور ہونا کیسا وہاں تو دونوں کی شادی ہوگئی۔
راجہ - (غصّہ ہوکر) ہیں یہ ستم) کنور نے سچ مچ خاندان کو داغ لگا ہی دیا ہائے یہ کیا ہوا۔
رانی - ہوا کیا آخر شادی تو کنور کی کرنی تھی۔
راجہ - شادی کرنی تھی تو کیا اس کے معنے یہ ہیں کہ ایک رذیل لڑکی سے شادی کردی جائے۔
رانی - رذیل نہیں تارا بڑی شریف ہے۔

نواں باب

آہ تم ہی جمیل ہو

جب کہ راجہ جے پال کے محل میں تارا اور رانی کی گفتگو ہو رہی تھی اسی وقت گرنوں اور ریما شہر کے درمیان ایک پہاڑی ٹیلہ پر جواہر کی فوج کنور کو گرفتار کئے ہوئے اپنے جائے مسکن پر لئے جا رہی تھی۔

دن بھر کی کشت و خون سے آفتاب بھی گھبرا گیا اور خانہ مغرب کی

طرف نہایت تیزی سے جا رہا ہے۔ پیشانی پر چند زخم جو جنگ میں آ گئے تھے اُن سے خون کے فوارے جاری تھے تمام چہرہ سرخی مائل ہو گیا تھا۔ قدرت کا حکیم حاذق مرحم پٹی کے لئے آ موجود ہوا تھا شاہ مشرق کی علالت طبع دیکھ کر کل جہان نے سیاہ ماتمی لباس پہن لیا تھا۔

یہ عالم دیکھکر جواہر کی فوج کو بھی کسی سایہ دار مقام میں آرام کرنا پڑا لیکن اس بیابان جنگل میں سایہ کہاں میسر۔ تلاش کرتے کرتے سپاہی ایک ایسے مقام پر پہونچ گئے جہاں متعدد درختوں نے ملکر شامیانہ بنا رکھا تھا۔

منجملہ اِن درختوں کے ایک درخت بڑا سا تھا جس کے نیچے ایک کامل فقیر چاروں طرف آگ جلائے عبادت الٰہی میں مصروف ہے تمام بدن میں خاک ملے دو دو گز لمبے بال آنکھوں میں خمار ناخن بڑھے ہوئے۔

سپاہیوں نے آتے ہی تعظیم کی۔ فقیر نے سب کو دعا دی اور عبادت الٰہی میں مشغول ہو گیا۔

جب سپاہی اسی درخت کے نیچے بیٹھ گئے تو چند سپاہیوں نے جواہر کو اطلاع دی کہ ایک سایہ دار جگہ مل گئی ہے۔ یہ سُنکر جواہر کی جان میں جان آئی اور معہ کل سپاہیوں کے وہاں آ موجود ہوا اور اس درویش کامل کو سلام کر کے پاس ہی بیٹھ گیا۔

جواہر۔ باباجی آپ یہاں کتنی مدت سے رہتے ہیں۔

سادہو۔ بچہ مجھے جنگل میں رہتے ہوئے تقریباً سو سال یا کچھ زیادہ گذر گئے ہیں۔

جواہر (متعجب ہوکر) سو سال کی تو آپ کی عمر ہی نہیں

معلوم ہوتی ہے۔

سادھو۔ یہ حساب دُنیاداروں کے لئے موزوں ہو سکتا ہے ہم لوگ تو چار چار سو برس کے ہو جاتے ہیں اور جوانی کا دہی دور رہتا ہے اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔

جواہر۔ مہاراج ہمیں بھی ٹھہرنے کے لئے کوئی جگہ بتائیے۔

سادھو۔ اس جنگل میں اور سایہ دار جگہ کہیں نہیں ہے اگر تم ٹھہرو تو یہیں ٹھہرنے کی اجازت تم کو دیدوں گا۔

جواہر۔ لیکن ہمارے یہاں ٹھہرنے سے تمہاری عبادت میں خلل آئے گا۔

سادھو۔ نہیں یہ بات نہیں اگر میرے سامنے ڈھول بھی بجے تو بھی میرا خیال نہیں بٹتا۔

جواہر۔ آپ کی عین عنایت ہے اگر آپ اجازت نہ دیتے تو سیکڑوں سپاہی گرمی سے مرجاتے۔

سادھو۔ جواہر میں تمہیں بہت عزیز سمجھتا ہوں اس لئے بخوشی اجازت دیتا ہوں کہ تم یہاں رہو۔

جواہر۔ (اپنا اصلی نام سنکر) آپ کو کیا معلوم کہ میں جواہر ہوں۔

سادھو۔ (مسکرا کر) ہمیں دنیا کے تمام لوگوں کا حال معلوم رہتا ہے تم نام ہی بتانے پر متعجب ہو گئے۔

جواہر۔ تو پھر یوں کہئے آپ پورے یوگی ہیں۔

سادھو۔ ابھی میں تو اُن کے پاؤں کی خاک بھی نہیں ہوں تم لوگ کنور کو گرفتار کر لائے ہو۔

جواہر۔ کون کنور؟

سادھو۔ وہی تارا کا چاہنے والا ہنس ہنس خاوند

جواہر۔ ہیں کنور نے کیا تارا سے شادی کر لی ہے۔

سادہو۔ ہاں کئی روز ہوئے۔

جواہر یہ سُنکر تصدیق کرنے کنور کے پاس گیا اور دریافت کیا کہ دراصل اس کی شادی ہوگئی ہے یا نہیں کنور نے درویش کی بات کی تصدیق کی تو جواہر اُس سادھو کو جادوگر خیال کرنے لگا اور پھر سادہو کے پاس آیا۔

جواہر۔ بیشک آپ کو مخفی اسراروں کی خبر ہے اب میں آج کی رات آپ کے پاس گذاروں گا۔ زہے نصیب۔

سادھو۔ میں کسی سے بات نہیں کرتا آج بچاس سال بعد انسان سے بولنے کا اتفاق ہوا ہے۔

جواہر۔ خیر تھوڑی دیر تو آپ مجھے نصیحت کر سکتے ہیں۔

سادھو۔ ہاں کہو تم کیا جاننا چاہتے ہو۔

جواہر۔ صرف یہی کہ تارا میرے پاس آسکتی ہے یا نہیں۔

سادھو۔ ہرگز ایسے سوال مجھ سے مت کرو۔

جواہر۔ میری زندگی کا انحصار اُسی پر ہے۔

سادہو۔ یہ خیال دل سے نکالدو۔ تارا تیرے پاس نہیں آسکتی۔

جواہر میں تو کنور کو اس لئے گرفتار کرکے لایا ہوں کہ اُس کے مرنے کے بعد تارا میری ہو کر رہے گی۔

سادھو۔ یہ تجھے کس نے بتایا ہے۔

جواہر۔ میرے دل نے۔

سادھو۔ اگر ایسا مکار دل میرے پاس ہوتا تو فوراً پہلو سے چیر کر اس کو نکالڈالتا۔

جواہر۔ لیکن کام مختار دل سے نہیں ہو سکتا۔

سادھو۔ تب ہی تو دنیا دار تکلیفت اٹھاتے ہیں اور ہاں تم نے کنور کے قتل کرنے کا ارادہ ہی کرلیا ہے۔

جواہر۔ بیشک وہ میرا رقیب ہے میں اُسے زندہ نہ چھوڑوں گا۔

سادھو۔ لیکن افسوس کہ تو اُسے قتل ہی نہیں کرسکتا۔

جواہر۔ کیا اب بھی وہ بچکر کہیں جا سکتا ہے۔

سادھو۔ یہ میں نہیں کہہ سکتا کہ کیوں ہاں یہ پیشین گوئی کرتا ہوں کہ تم اسے قتل نہیں کرسکتے۔

جواہر۔ اگر یہ موقعہ ہاتھ سے نکل گیا تو یہ سمجھ لو کہ میں پھر اس کے قتل کرنے میں کامیاب نہ ہوں گا۔

سادھو۔ تو کیا تم اُسے مارنا ضروری سمجھتے ہو۔

جواہر۔ ہاں۔

سادھو۔ تو پھر یہ کرو کہ اُسے میرے حوالہ کرو مجھے دیوتا کی قربانی دینی ہے تمہارا مطلب پورا ہوگا اور میرے سر سے فرض اُتر جائیگا۔

جواہر۔ مجھے منظور ہے لیکن یہ چاہتا ہوں کہ میرے سامنے قربان کردیا جائے تاکہ مجھے اطمینان ہو۔

سادھو۔ ہاں ہاں تمہارے سامنے ہی قربان کردوں گا۔

جواہر۔ میں اس کو آپ کے حوالہ کئے دیتا ہوں۔

سادھو۔ اگر تم مجھے خوش رکھوگے تو اپنی مُراد پاؤ گے۔

جواہر۔ کیا ابھی قربان کردگے۔

سادھو۔ نہیں صبح قربان کیا جائے گا اب اس درخت سے باندھ دو تاکہ بھاگ نہ جائے۔

جواہر نے کنور کو سادھو کے حوالے کیا اُس بیرحم فقیر نے کنور کو درخت سے اتنا کس کر باندھا کہ کنور چلّانے لگا۔ سادھو نے اس کام سے فارغ

ہوکر جواہر کو رخصت کیا اور اپنی جگہ بیٹھ کر آنکھیں بند کر لیں۔ جب نصف شب گذر چکی اور دن بھر کی تھکی ماندی فوج مُردوں کی طرح سو گئی تو سادھو نے کنور کے پاس آکر اوس کی تمام رسیوں کو کھول ڈالا۔

کنور۔ آہ کیا تم مجھے ابھی قتل کرد گے۔

سادھو۔ ہاں یہی وقت دیوتا کی قربانی کا ہے۔

کنور۔ اے ظالم خدارا رحم کر اگر تو مجھے چھوڑ دے گا تو میں تیرے بہت کام آؤں گا۔

سادھو۔ اور دیوتا تو ناراض ہو جائے گا۔

کنور۔ کیا تمہارے دیوتا آدمی کو کھاتے ہیں۔ آہ! اگر درحقیقت وہ دیوتا ایسے ہی ظالم ہیں تو میں دور سے سلام کرتا ہوں۔

ہائے مجکو کیا معلوم تھا کہ دیوتا انسان کو کھاتے ہیں اگر میں ایسا جانتا تو تمام مندروں اور شوالوں کو مسمار کرا دیتا۔

سادھو۔ آپ گریہ وزاری بے فائدہ ہے جاہلیت کو چھوڑ دو دیکھو تو لوگ اس امر کی خواہش کرتے ہیں کہ کسی طرح دیوتا پر قربان ہو جاویں اور تم ڈرتے ہو اب گریہ وزاری کا موقعہ نہیں خوشی سے قربانی کے لئے تیار ہو جاؤ بس یہی مناسب ہے۔

کنور۔ تو سچ مچ کیا تم مجھے قتل ہی کرو گے۔

سادھو۔ اور کیا مذاق کرتا ہوں۔

کنور۔ دیکھو باباجی اگر تم مجھے مارو گے تو میرا محسن تم کو بھی زندہ نہ چھوڑے گا۔

سادھو۔ کون محسن میں تو راجاؤں تک کی پرواہ نہیں کرتا۔

کنور۔ کیا تم نے کبھی جیمل بہادر کا نام نہیں سُنا۔

یہ سنکر سادھو نے کنور کے منہ کی بالوں کا کٹا ڈالے اور ناخن توڑ ڈالے

بدن پر سے کمبل اُتار ڈالا اور وجیہہ جوان کی صورت میں کنور کے روبرو کھڑا ہوگیا۔

کنور (پاؤں پکڑ کر) آہا ہا میرے سچے جان نثار تم نے اس مرتبہ مجھے کس طرح نکالا ہے۔ ہیں تم ہی میرے مربی جمیل ہو۔

کنور جمیل کو دیکھکر باغ باغ ہوگیا اور دراصل تھا بھی یہ جمیل ہی کنور کو اس موذی کے پھندے سے بچانے کے لئے یہ بھیس بدلا تھا وہ کون ہے جس کو اپنی مصیبت میں مددگار کو دیکھہ کر خوشی نہ حاصل ہوتی ہو بہت دیر تک کنور ششدر کھڑا رہا۔

جمیل۔ اب وقت رائیگاں نہ کرنا چاہیئے کیونکہ جواہر کا اگر ایک سپاہی جاگ اوٹھا اور مجھے مسلح دیکھا تو آفت آجائے گی ہم صرف دو ہی ہیں اور یہ ہزاروں اب یہاں سے بھاگنا بہتر ہے۔

کنور۔ یہاں سے کیونکر بھاگیں فوج تو چاروں طرف حلقہ باندھے پڑی ہے نکلنا دشوار ہے۔

جمیل۔ بیٹا جس جگہ تم کھڑے ہو یہ میری کمین گاہ ہے یہ درخت اندر سے بالکل کھوکلا ہے اور اس میں ایک دروازہ نامعلوم لگا ہوا ہے دراصل یہ ایک گہری غار کا دروازہ ہے۔

یہ کہکر جمیل نے درخت کا دروازہ کھولا اور دونوں اُس میں داخل ہوگئے اندر جاکر دروازہ بند کردیا اور موم بتی جلاکر دونوں غار میں اُتر گئے اور رات بھر چلے حتی کہ قدرت کے مشہور بیدار مغز پاسبان آفتاب نے آکر جواہر کی فوج کو بیدار کردیا ادہر کنور و جمیل دس بارہ میل کے فاصلہ پر نکل گئے اور یہاں جمیل کی کل فوج موجود تھی سبھوں نے کنور و جمیل کو دیکھہ کر خوشی کے نعرے بلند کئے اور سلامی دینے لگے اور سبھوں نے خوشی کے مارے کنور کو اُٹھا لیا اب ہر کے مٹھکے ماندسے

تھے کھانا کھا کر سو رہے شام کو آنکھ کھلی تو کنور نے جمیل سے دریافت کیا۔

کنور۔ جب میں نے اس درخت کے نیچے پہلے پہل تمہیں دیکھا تو مارے خوشی کے دریافت نہ کر سکا مگر آپ یہ تو فرمائیے کہ آپ یہاں کیوں کر آ گئے راجہ کے ہاتھ سے کیونکر نجات پائی۔

جمیل۔ کون راجہ؟

کنور۔ تمہیں راجہ کی فوج گرفتار کر کے لے گئی تھی۔

جمیل۔ (مسکرا کر) بھلا جمیل کہیں راجہ کے بزدل سپاہیوں کے ہاتھ آ سکتا ہے۔

کنور۔ میں نے سُنا تھا کہ تارا اور جمیل کو راجہ گرفتار کر کے لے گیا ہے

جمیل۔ (آنکھوں میں آنسو بھر کر) آہ! وہ میرا ایک جان نثار سپاہی گرفتار ہو گیا ہے تمہیں تو معلوم نہیں میری سپاہ نے جب یہ دیکھا کہ جواہر دراجہ میں صلح ہو گئی ہے اور دونوں مل کر گاؤں میں حملہ کرنے والے ہیں تو میری جان بچانے کے لئے اُس نے میرا لباس زیب تن کیا اور جب راجہ کے سپاہی میری جستجو میں اِدھر اُدھر پھرنے لگے تو اس بہادر نے خود کو اُن کے حوالہ کر دیا کہ میں ہی جمیل ہوں۔

کنور۔ (چونک کر) ہیں ایسے جاں نثار اور سرفروش بہادر تمہارے جھنڈے تلے موجود ہیں۔

جمیل۔ مجھے اپنے دلاوروں پر ناز ہے کہ برگزیدہ بہادر اور دلاور سب میری ماتحتی میں بلا تنخواہ کام کرتے ہیں۔ یہی وجہ تو ہے کہ راجہ کی ناک میں دم کر رکھا ہے اور میرا ایک بال بھی بیکا نہ ہوا اگر بہادر کے ٹٹو میری فوج میں سپہ گری کرتے تو دو دن میں گرفتار ہو جاتا۔

جمیل نے یہ فقرہ پورا کہا کہ ایک وارث نے آکر کہا کہ بہت گھ

راجہ نے بڑے عذابوں سے مارا ہے یہ سنکر جیمل کی آنکھیں سرخ ہوگئیں اور اپنی فوج کو کوچ کا حکم دیدیا۔

کنور۔ کون بیر سنگھ۔

جیمل۔ وہی جس نے اپنے کو جیمل ظاہر کیا تھا۔

کنور۔ آہ اُس بہادر کو راجہ نے قتل کرادیا (اُس جاسوس سے کیوں بھئی کچھ تارا کی بھی خبر ہے۔

سپاہی۔ تارا کو بھی اُسی مجمع میں قتل کے واسطے لائے تھے لیکن ایک لونڈی نے راجہ کے کان میں کچھ کہا تو راجہ معہ تارا کے محل میں چلا گیا اتنی مجھے خبر ہے کہ تارا ابھی قتل نہیں ہوئی ہے

کنور۔ ہائے اگر تارا کو تمہارے بعد قتل کردیا ہوگا تو میں بھی خود کو ہلاک کرلونگا۔

سپاہی۔ نہیں یہ میں یقیناً کہتا ہوں کہ تارا کو ابھی قتل نہیں کیا۔

کنور۔ نہیں نہیں وہ ایسا نہیں کرسکتے کیا اُنہیں معلوم نہیں کہ تارا کو قتل کرکے وہ رہینگے کہاں جیمل سلطنت کو خاک میں ملادیگا لیکن قید تو ضرور کرلیا ہوگا۔

جیمل۔ ابھی جاکر چھڑالیں گے۔

سپاہی۔ نہیں سنتے ہیں کہ تارا کی بہت خاطر کی گئی ہے نہ معلوم ایسا برتاؤ کیوں کیا گیا۔

جیمل۔ اُس کے حُسن کی وجہ سے۔

کنور۔ لیکن شاید راجہ نے تارا کو قتل نہیں کیا تو آپ کے چلنے کی ضرورت نہیں اب تارا کا زبردستی لانا امر محال ہے صرف عیاری ہی سے ہاتھ آسکتی ہے۔

جیمل۔ اگر تمہارا یہی خیال ہے تو عیاری کے لئے بھی میری

ضرورت ہوگی کیا تم یہ بھی کر لوگے۔
کنور۔ نہیں میں آپ کی عنایت سے اس قابل تو ہو گیا ہوں۔
جمیل۔ مگر بیر سنگھ کا بدلہ بھی تو لینا ہے۔
کنور۔ ہاں انتقام تو ضرور لیں گے مگر استقلال سے کام لینا چاہیئے جلدی کیا ہے۔
جمیل۔ تو میں واپس جاتا ہوں تمہاری کبھی کبھی خبر لیتا رہوں گا اگر کوئی موقع مصیبت کا آئے تو گھبرانا نہیں میں ہر موقع پر تم کو مدد دوں گا۔
یہ کہکر جمیل معہ فوج کے روانہ ہو گیا کنور نے مثل عورتوں کے لمبے بال لگا اور زنانہ لباس پہنکر شہر میں گیا اور روسار کے یہاں نوکری کی تلاش میں جانے لگا جستجو کرتے کرتے اُسے معلوم ہوا کہ وزیر کو ایک خادمہ کی ضرورت ہے اور اسی موقع کا کنور متلاشی تھا جب وزیر کے پاس جاکر نوکری کی درخواست کی۔
وزیر۔ تم کون ہو اور کہاں سے آئی ہو۔
کنور۔ حضور میں ایک مصیبت زدہ مالن کی بیٹی ہوں چند روز ہوئے کہ میرے والدین مر گئے اور مجھے مصائب برداشت کرنے پڑے ہیں۔
وزیر۔ تمہارا نام کیا ہے۔
کنور۔ میرا نام شامو ہے اور کھنڈوا گاؤں کی رہنے والی ہوں لیکن جب سے والدین نے انتقال کیا آوارہ گرد پھرتی ہوں۔
وزیر۔ اچھا ہم تجھ کو نوکر رکھے لیتے ہیں تنخواہ کیا لے گی۔
کنور۔ حضور نقد تنخواہ لیکر کیا کروں گی صرف روٹی کپڑا کافی ہے۔
وزیر۔ اچھا زنانخانہ میں جاؤ تم آج سے ہمارے ملازموں میں شمار کی جاؤ گی کام ہوشیاری سے کرنا۔
اب تو ہر دی شامو خوشی خوشی زنانخانہ میں گئی اور معمولی کام کاج

کرنے لگی۔

دسواں باب

عشق است ہزار بدگمانی

آج گرنوں کو تیرہ ماہ گذر گئے بظاہر سلطنت میں امن و امان نظر آرہا ہے ماہتاب کی روشنی نے درختوں کو نیا جوبن عطا کیا ہے ستارے نئے معشوقوں کی طرح آسمان پر اٹھکھیلیاں کر رہے ہیں قدرت نے زمین پر ایسی خوشنما چاندنی کسی معشوقہ کی آمد کی خبر سنکر بچھا دی ہے کہ جس پر کبھی داغ نہیں لگ سکتا ہے لیکن ہیں آن کی آن میں یہ خوشنما نظارہ کیوں تبدیل ہو گیا ماہتاب نے ابر کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کا نقاب منہ پر ڈال لیا ہے قدرت نے ایک دم ہی زمین پر سے اپنا فرش اٹھا لیا برق کسی کی شوخ نگاہوں کی طرح چمکنے لگی بادلوں کی گرج سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان پر جنگ عظیم ہونے والی ہے آٹھ بجے ہوں گے سیر کا وقت جاتا رہا بوندوں کے پڑنے سے چند رہرو جو سڑکوں پر نظر آتے تھے وہ بھی غائب ہو گئے۔ اب چاروں طرف تاریکی کا عالم ہے اور سنسناہٹ ہاتھ پر ہاتھ نہیں مارا جاتا

آہا یہ بدنصیب عاشقوں کے لئے کیسا سہانا وقت ہے وہ معشوق جو کبھی حیا سے باہر قدم نہ رکھتے تھے آج اپنا وعدہ پورا کرنے چلے ہیں لیکن سکتے دبے پاؤں جا رہے ہیں ذرا سی بھی آہٹ ہوئی اور چونکنا ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگے دو دو قدم پر حیا سے ٹھہر جاتے ہیں دل میں بار بار خیال آتا ہے کہ اب جا کر کیا کریں گے گھڑی گھڑی لوٹنے کا ارادہ کرتے ہیں مگر نہیں لوٹ سکتے عاشقوں کا جذبِ دل کھینچے لئے جاتا ہے اس وقت ہمارے مقدس خیالات اسی سڑک پر جو بندرابن سے کوہستان کو جا رہی ہے ٹھوکریں کھا رہے ہیں لیکن بے سود۔ انہیں دو سواروں کے تعاقب میں یہ سوار جو کہ ابھی کوہستان سے چلے ہیں آہستہ آہستہ گھوڑوں کو بڑھائے لئے جاتے ہیں ان میں سے ایک تو مرد اور دوسری عورت معلوم ہوتی ہے۔ دونوں نے اس خوف سے کہ کوئی دیکھ نہ لے سیاہ لباس سر سے پاؤں تک زیب تن کیا ہے گھوڑے رنگت میں شبِ تاریک کو مات کر رہے ہیں صرف پاؤں سے معلوم ہوتا ہے کہ راہگیر چل رہے ہیں ورنہ نظر تو دونوں پاس سے بھی نہیں آتے۔

مرد۔ لیکن ہمیں کس طرف چلنا ہے۔

عورت۔ جنگلوں کی طرف کیونکہ یہ ضروری امر ہے کہ ہمارے تعاقب میں سپاہی آ رہے ہوں گے۔

مرد۔ مگر اسوقت جنگل میں سایہ دار جگہ کہاں ملے گی۔

عورت۔ کسی درخت کے نیچے بیٹھ جائیں گے۔

مرد۔ اس جنگل میں کوئی ایسا درخت نظر نہیں آتا اگر مینہ زور سے پڑنے لگا تو آفت ہی آ جائے گی۔

عورت۔ نہیں صرف بوندیں ہیں آج کل کے بادل ایسے ہی ہوا کرتے ہیں لیکن برسا نہیں کرتے۔

مرد۔ پیاری مجھے تو یہ امید نہ تھی۔ تم اس وقت گھر سے نکل آؤ گی۔

عورت۔ اے ایسی ہی نازک اندام ہوں۔

مرد۔ چمپا آج مدت بعد ملاقات ہوئی ہیں سچ کہتا ہوں میری زندگی بھر میں یہ پہلا موقعہ ہے کہ میں نے کسی سے محبت کی ہے۔

عورت۔ مگر میں بھی تم سے ایسی محبت کرتی ہوں کیا شریف زادیاں راہ چلتوں سے محبت کرتی ہیں۔

مرد۔ یہ تو درست ہے تاہم مجھے رہ رہ کر شک ہوتا ہے۔

عورت۔ شک کی تو بات ہی ہے عشق است ہزار بدگمانی۔

مرد۔ ہیں! مجھے آج معلوم ہوا کہ محبت کسی آفت کا نہیں نہیں معاف کرنا راحت کا نام ہے گو یہ بہادروں کی شان کے خلاف ہے مگر۔

عورت (قطع کلام کرکے) ہیں سچی اور پاک محبت بہادروں کی شان کے خلاف ہے کیا غضب کرتے ہو۔

مرد۔ بیشک سچی محبت شان کے خلاف نہیں لیکن ہاں تو ابھی یہ

اندیشہ ہے کہ کہیں بیوفائی نہ کرو۔

عورت۔ جیل میں دل چیر کر کیوں کر دکھاؤں صرف اب تو زبان سے ہی یقین دلاتی ہوں کہ میں ہمیشہ تمہاری فرمانبردار رہوں گی۔

آہاہاہا ناظرین! یہ تو ہمارے پرانے دوست جمیل دام محبت میں گرفتار ہوتے دکھائی دیتے ہیں خدا خیر کرے۔

جمیل۔ تو اب کدھر چلیں (ہاتھ پکڑ کر) آہ ان نازک ہاتھوں کو سردی لگتی ہو گی۔

چمپا۔ (ہاتھ چھڑا کر) ہٹو جی زبان سے باتیں کرو ہاتھ نہ لگاؤ۔

جمیل۔ ہیں! یوں خاک میں ملاؤ گی۔ آہ! محبت تیرا بُرا ہو تو نے مجھے خاک میں ملا دیا۔

چمپا۔ تعجب ہے کہ تم خود ہی دوسروں کا گھر چھڑاتے ہو اور خود ہی پشیمان ہو رہے ہو۔

جمیل۔ میں تو پشیمان نہیں ہو رہا ہوں لیکن اس دل کو کیا سمجھاؤں۔

چمپا۔ تو محبت کیوں کرتے ہو کیا کسی نے مجبور کیا ہے۔

جمیل۔ ہائے یہ رکھائی (ہاتھ چوم کر) آہاہا میرے سب ارمان آن کی آن میں نکلتے ہیں۔

چمپا۔ (شوخی سے ہاتھ چھڑا کر) بس بس کسی بازاری سے سابقہ پڑا ہوگا آخر وہی ڈاکوؤں والا وحشی پن دماغ میں سمایا ہے۔

جمیل۔ اگر وحشی نہ ہوتا تو یوں دل تمہیں دے کیوں بیٹھتا۔

چمپا۔ غضب کرتے ہو ہائے دل بار بار پکارتے ہو کیا کسی نے تم کو مجبور کیا ہے اپنے گھر جاؤ مجھے کیوں برباد کرنے ہو خدا کے واسطے ایسا نہ کرنا کہ مجھے گھر کا رکھو نہ باہر کا دونوں طرف سے جاؤں۔

جمیل۔ بھلا ایسا کیونکر ہو سکتا ہے ایسا خیال بھی نہ کرنا۔

یہ نازنین جو جمیل کے ہمراہ جا رہی ہے کسی امیر گھرانے کی لڑکی معلوم ہوتی ہے عمر بھی بیس اکیس سال سے زائد نہ ہوگی۔

گورا رنگ بڑی بڑی گول آنکھیں جنگلی ہرنوں کو مست کر دینے والی ہرود زلفیں گورے گورے رخساروں پر پڑی ہوئی ایسی معلوم ہوتی ہیں جیسے دو کالے سانپ پیالوں پر منہ لگائے بیٹھے ہیں ہونٹھ سُرخ پتلے پتلے لب بدخشاں کا جواب لمبی ناک سُنہری مائل گھونگر والے بال اُبھری ہوئی کُشادہ پیشانی ہے تقریباً تین ماہ گذرے ہوں گے کہ جمیل کسی کام سے کوہ سینا آیا تھا کہ اتفاقاً اِس نازنین سے آنکھ لڑ گئی جمیل تھا بہت قوی دل آدمی تھا تاہم محبت ایسی بُری بلا ہے کہ پتھر بھی موم ہو جاتے ہیں یہ تین ماہ جمیل کے اِسی فکر میں گذرے آج اِس گلبدن کے دل میں

رحم آیا اور اپنے عاشق کے ساتھ فرار ہو جانے پر راضی ہوئی۔ گو سیناسے تو شوق میں رات کے وقت نکل پڑے اب یہ نہیں معلوم کہ کدھر جائیں جب ان کو چلتے چلتے نصف شب گذر گئی تو چمپا کے تئیں نیند نے آدبایا ادھر بارش بھی زور شور سے ہونے لگی۔

چمپا۔ اب تو کہیں آرام کرنا چاہیئے۔

جمیل۔ یہاں کوئی جگہ ایسی نہیں۔

چمپا۔ میں تو نیند کے مارے بیتاب ہوں کہیں چند گھنٹہ آرام کرلیں پھر چلیں گے ابھی یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک میل پر جانب مشرق روشنی دکھائی دی چمپانے جمیل کو اسی طرف متوجہ کیا۔

چمپا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی گاؤں قریب ہے دیکھو وہ روشنی دکھائی دیتی ہے۔

جمیل۔ ہاں روشنی تو ہے چلو رات وہیں بسر کریں گے۔

یہ ارادہ کر کے اسی روشنی کی طرف رخ کر دیا لیکن جوں جوں یہ آگے بڑھتے تھے روشنی دہیمی پڑتی جاتی تھی آخر شب جب روشنی کے قریب پہونچے تو روشنی نظروں سے غائب ہو گئی صرف ایک پختہ مکان اس جنگل میں معلوم ہوا۔

چمپا۔ اس مکان میں اترنا ٹھیک نہیں ہے۔

جمیل۔ کیوں کیا ڈر ہے۔

چمپا۔ ڈر کیوں نہیں ابھی تو روشنی نظر آرہی تھی اور ابھی غائب ہو گئی ضرور یہ مکان مشتبہ ہے

جمیل۔ پھر بھی ذرا خیال بہلا ہمیں کیا ڈر ہے ایک زمانہ میرے نام سے کانپتا ہے ایسا کون ہے جو مجھے ڈرائے گا۔

چمپا۔ یہ تو درست ہے مگر خواہ مخواہ کسی خطرناک جگہ جانا دانائی سے بعید ہے ہاں اگر تم جہاں پر لیکن ہماری سمجھ کے یہ معنے نہیں کہ جان کو جھکر

جان کو خطرہ میں ڈالیں میں ہرگز رائے نہ دونگی۔

جیمل - تمہاری خاطر خطرہ میں جان ڈالنا میں کچھ بھی نہیں سمجھتا۔

چمپا - لیکن اس مکان میں مجھے نیند نہ آوے گی۔

جیمل - میں پہرہ دیتا ہوں تم سو جاؤ۔

بصد مشکل جیمل نے چمپا کو چلنے پر رضامند کیا اور موم بتی جلا کر دروازہ کھولا اور دونوں اندر گئے دالان میں گھوڑوں کو باندھ دیا اور خود آگے بڑھے گو اس مکان میں کوئی نہ تھا ہم نے ہر ایک کمرہ خوب آراستہ دیکھا جس سے کہ یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آباد ہے یا تو کوئی زمیندار اس میں بود و باش اختیار کرتا ہے یا کسی فیاض نے مسافروں کے واسطے بنوایا ہے۔

گیارہواں باب

فراری

اب ہم چمپا اور جیمل کو اسی مکان میں چھوڑتے ہیں اور پھر اپنے ناظرین کو شہر سینا کے وزیر کے یہاں کی سیر کراتے ہیں جہاں کنور کو شامو خادمہ کے بھیس میں کام کرتے مدت گذر گئی ہماری شامو نے خوش خلقی و عیاری سے گھر میں ایسا رسوخ پیدا کر لیا ہے کہ گھر کے سب آدمی اسکو محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اس عرصہ میں کنور نے ہر طرح احتیاط رکھی تاکہ راز ظاہر نہ ہو جائے راجہ کے محلوں میں بھی آمد و رفت پیدا کر لی ہے اور اسی بہانہ سے کبھی کبھی اپنی پیاری سے مل آتا ہے تارا کی گو خوب مدارات کی جاتی ہے لیکن ساتھ ہی نظر بند بھی رہتی ہے اور باہر جانے کو بھی موقع نہیں دیا جاتا کنور نے تارا کی متواتر ملاقاتوں سے محل کے کل حال معلوم کر لئے ہیں صرف تارا ہی کو معلوم ہے کہ کنور زنانہ بھیس میں ہے اور کسی کو نہیں معلوم

چونکہ عمر بھی کچھ زیادہ نہیں اس لئے وزیر زادی لیلا نے اسے اپنا ہمراز بنا لیا ہے یہ امر بھی ہمارے ناظرین سے پوشیدہ نہیں ہے کہ لیلا کنور جی جان و دل سے شیفتہ ہے رات دن آہ و زاری سے کاٹتی ہے۔ دن بھر تو شامو خانگی کاموں میں مصروف رہتی ہے اس لئے لیلا کو بات چیت کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ البتہ رات کو شامو کو اپنے پاس سلاتی ہے۔ دونوں محبت کا زخم کھائے ہوئے ہیں اس لئے رات بھر باتیں ہوتی رہیں چنانچہ حسب معمول دونوں اپنی اپنی چارپائیوں پر لیٹی ہیں چراغ کسی بیوفا معشوق کی طرح آہستہ آہستہ جل رہا ہے۔

لیلا۔ شامو اب کیا کروں یہ معاملہ تو روز کی رام کہانی بن گیا بہتیرا دل کو روکتی ہوں لیکن پھر خیال آجاتا ہے۔

شامو۔ یہ محبت کے معاملات بڑے پیچیدہ ہیں بڑے بڑے سنگدل موم ہو جاتے ہیں تو پھر شریف زادیوں کا کیا کہنا لیکن یہ بتاؤ کہ وہ بھی تم سے محبت کرتا ہے۔

لیلا۔ آہ یہی تو رونا ہے اگر اُسے ذرا بھی خیال ہوتا تو بات ہی نہ بن جاتی۔ یہ دن و رات بیقراری کیوں ہوتی۔

شامو۔ بڑا سنگدل ہے کہ تم جیسی نازنین کا ذرا بھی خیال نہیں کرتا کیا دنیا میں ایسا سنگدل کوئی ہو سکتا ہے افسوس۔

لیلا۔ یہی خیال تو مجھے ہلاک کئے ڈالتا ہے۔ بسا اوقات مجھے کنور سے ملنے کا اتفاق ہوا لیکن وہ ہمیشہ روکھاپن ہی ظاہر کرتا رہا۔

شامو۔ آخر اس کی وجہ کوئی ضرور ہوگی۔

لیلا۔ بس یہی وجہ ہے کہ تارا مالن کی بیٹی پر فریفتہ ہے۔

شامو۔ کون تارا؟

لیلا۔ اری وہی مالن کی لڑکی جو جنگل میں کے محل میں نظر بند ہے

شامو - کیا کچھ حسین ہے۔

لیلا - ہاں اسکی نظروں میں تو حوروں سے بڑھ کر ہے افسوس کہ کنور راجہ کا لڑکا ہو کر کیسی جگہ گرا۔

شامو - محبت میں ذات کا کچھ خیال نہیں رہتا اور پھر دل ہی تو ہے جدھر آگیا آگیا۔

لیلا - خیر اُس کے دل میں جو آئے وہ کرے لیکن میری آہ خالی نہ جائے گی اور ہاں تم نے آج اور بھی کچھ سُنا۔

شامو - نہیں مجھے تو نئی بات کوئی نہیں معلوم۔

لیلا - آج راجہ صاحب نے میرے والد کو بلا کر صلاح کی تھی کہ تارا کو قتل کرادیں تو اُمید کامل ہے کہ تارا کل قتل کرادیجائے گی۔

شامو - کیا سچ مچ کل تارا قتل ہو جائیگی افسوس لوگ کتنی بیرحمی کرتے ہیں یہ سراسر ظلم ہے۔

لیلا - کیوں ظلم کیا ہے اس بدذات نے بھی غضب کیا تھا راجہ کے بیٹے کو بہکا رکھا ہے۔

شامو - یہ غلط فہمی ہے وہ بھلا کیا بہکا سکتی ہے وہ ایسا دودھ پیتا بچہ تو ہے ہی نہیں۔

لیلا - لیکن محبت میں پڑ کر دانا انسان بچوں سے کمتر ہو جاتا ہے۔

شامو - تو کیا تارا نے اُس سے محبت کرنے کو کہا تھا۔

لیلا - کہا نہیں تو اپنی محبت تو ظاہر کی اُس کی محبت تو قبول کی اور کہنا کیا ہوتا۔

شامو - بھلا ایسا بھی کوئی سنگدل ہوگا جو سامنے پریم کہا کر اُس کو دلاسا نہ دے اگر تارا نے محبت کے معاوضہ میں محبت کی تو کیا جرم کیا یہ تو انسانی خاصہ ہے تارا تو بیچاری بھولی بھالی ہے وہ زمانے کی کارستانیاں کیا جانے۔

لیلا - اری تو نہیں جانتی وہ سانپ ہے بظاہر بھولی بھالی معلوم ہوتی ہے

ورنہ در اصل پوچھو تو اُس نے تباہ کر دیا۔

شامو۔ میرے خیال میں تو تارا بے قصور ہے تم ہی خیال کرو محبت سے کونسا بشر خالی ہے پھر اگر تارا نے محبت کی تو کیا گناہ کیا۔

لیلا۔ یہ میں نہیں کہتی کہ تارا نے محبت کی تو بُرا کیا میں تو یہی کہتی ہوں کہ ہونی کو محبت کرنی تھی تو کسی ہمرتبہ پر مرتی۔

شامو۔ یہ کوئی بات نہیں محبت میں رتبہ کا امتیاز نہیں ہوتا۔

لیلا۔ چاہے کچھ بھی ہو میں تو اُسے بُرا ہی کہونگی میرے جگر کو اُسنے جلا کر خاک کر دیا اگر وہ نہ ہو تو کیا یہ ممکن تھا کہ کنور میری طرف سے سنگدل ہو جاتا۔

شامو۔ تو یوں کہو کہ اُس سے رقابت کی وجہ سے جلتی ہو۔

لیلا۔ شامو سچ کہنا آج تک تم نے بھی کسی کو دل دیا۔

شامو۔ ابھی میں تو محبت کے نام سے کوسوں بھاگتی ہوں اگر ہم لوگ اس جھنجال میں پڑنے لگیں تو کاہے کو شہزادیاں ہم کو پاس بیٹھنے دیں

لیلا۔ اوخو دنیا میں تمہارا کوئی بھی پیارا نہیں۔

شامو۔ بس پیٹ پیارا ہے۔

لیلا۔ تعجب ہے کہ اس حُسن کا آج تک کوئی خریدار پیدا نہ ہوا۔

شامو۔ حُسن کا ہے کا ہے زندگی کے دن پورے کرتے ہیں یہ تو امیروں کے چوچلے ہیں ہمیں پیٹ کے دھندے سے ہی فرصت نہیں ملتی۔

لیلا۔ کیا بجا ہوگا۔

شامو۔ بارہ کا عمل ہوگا۔

لیلا۔ اوخوہ! ابھی کیا ہو گیا بارہ بجنے کو آئے اور دل یہ چاہتا ہے کہ باتیں ہی کئے جائیں۔

شامو۔ ہاں محبت کی میٹھی باتیں تو ایسی ہی ہوتی ہیں لیکن پھر بھی ہے کہ کتنے دن تک۔

لیلا - کیوں کیا تم جہان سے کوچ کر جاؤ گی -

شامو - نہیں دو چار روز میں میں اپنے گھر جاؤنگی -

لیلا - اور پھر آؤ گی بھی یا نہیں -

شامو - اگر زندگی رہی -

لیلا - ہائے زندگی بھر میں ایک تو ہمراز ملی تھی وہ بھی جدا ہوتی ہے - شامو تجھے میری قسم مت جا جو ضرورت ہو مجھے بتا -

شامو - جی ہمیشہ کون کسی کے پاس رہتا ہے اور خاصکر ہم نوکر چاکر سے کسی کو کیا محبت آج یہاں ہیں کل دوسری جگہ -

لیلا - نہ معلوم مجھے تم سے اتنی محبت کیوں ہے تم جانے کا نام لیتی ہو اور میرا جی گھبراتا ہے -

شامو - جوانی ایسی ہی ہوتی ہے -

لیلا - شامو میں تجھے صاف بتائے دیتی ہوں کہ مجھے تجھ سے محبت کیوں ہے دیکھ دراصل بات یہ ہے کہ تیری شکل میرے پیارے کنور سے ملتی جلتی ہے جب تجھ کو دیکھتی ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کنور ہی کو دیکھ لیا - آہ! محبت کیا بری بلا ہے مجھے بار بار خیال آتا ہے کہ تیری شکل پیارے کنور سے اسقدر مشابہ کیوں ہے -

شامو - ہوگی میں نے تو کنور کو دیکھا بھی نہیں جو جھوٹی سچی ہاں میں ہاں ملا دوں -

لیلا - آج تو یہ جی چاہتا ہے کہ تمھارا منہ چوم لوں کیوں تم کنور کی بہن تو نہیں ہو

شامو - اوفوہ! کیسی باتیں کرتی ہو وہ راجکمار ہیں میں ایک مزدور کی لڑکی ہوں میرا اُن کا کیا تعلق اب تو نیند معلوم ہوتی ہے تم بھی سو رہو -

لیلا۔ جب سے آنکھ لگی ہے آنکھ لگنا حرام ہوگیا ہے کیا سوؤں۔
شامو۔ یہ باتیں تو زندگی بھر ختم ہوں گی۔
لیلا۔ اچھا آرام کرو۔

یہ کہکر دونوں سو رہیں چراغ گل کردیا لیکن شامو کی آنکھ کہاں لگنے والی تھی جب سے تارا کے قتل کی خبر سُنی تھی دل میں ایک آگ لگ گئی تھی جب ۲ بج گئے اور لیلا سو رہی تو ہماری شامو چارپائی سے اٹھی اور صندوق سے مردانہ جوڑا نکال کر پہنا اور اس پر زنانہ جوڑا روزمرہ کا پہنا سینہ میں ایک چھوٹی سی تلوار چھپاکر تارا سے ملنے کو چلی راجہ جے پال اور وزیر کا محل ملا ہوا تھا صرف ایک کھڑکی کے ذریعہ سے زنانخانہ ملحق تھا شامو آہستہ سے کھڑکی کھول کر راجہ کے محل میں داخل ہوگئی جس کمرہ میں تارا بند تھی چپکے چپکے دبے پاؤں وہاں گئی اور تارا کے سرہانے کھڑی ہوگئی موم بتی جلائی اور پھر تارا کے چاند سے چہرہ کو حسرت بھری نگاہ سے دیکھا آنسو جاری ہوگئے جذب دل بھی بڑی بلا ہے اسی اثنا میں تارا چونک پڑی اور اٹھ بیٹھی۔ اپنے پاس کنور کو دیکھا تو ہاتھ جوڑکر نہ معلوم کس خیال سے رونے لگی اہاہا کیا ہی دلخراش نظارہ ہے راجکمار ایک سلطنت کا مالک بننے والا ناز سے زمین پر قدم نہ رکھنے والا جو دن میں بغیر اردلیوں کے قدم کو نہ اٹھاتا تھا اب رات کو کس طرح ٹھوکریں کھاتا چوروں کی طرح گھبراتا پھرتا ہے۔
آہاہا محبت انسان سے کیا کچھ نہ کراتی ہے یہ جذبہ بھی کیسا عجیب و غریب ہے۔ عزت و حرمت سب بالائے طاق دھری جاتی ہے۔
غرضکہ تارا اس خوفناک وقت میں کنور کو اپنے پاس دیکھ کر پریشان ہوکر کہنے لگی۔

تارا۔ ہیں یہ کیا غضب کیا کوئی دیکھ لے گا۔

کنور - پیاری تارا یہ فقرہ تمھاری زبان سے دوبارہ سُن رہا ہوں مجھے تخت و تاج سے زیادہ تمھاری محبت ہے کیا مجھ سے زیادہ دنیا میں کوئی خوش قسمت ہوگا۔

تارا - یہ تم نے کیا کہا تم کو اپنی جان ذرا بھی عزیز نہیں اگر کوئی دیکھ لے تو کیا ہو اب جلدی نکل جاؤ۔

کنور - نہیں میں اب تنہا نہیں جا سکتا تم کو لیکر جاؤں گا اپنی جان تمھارے ساتھ دیدوں گا۔

تارا - کیوں خیر تو ہے۔

کنور - کل تم قتل ہو جاؤ گی

تارا - ہیں! سچ کہو۔

کنور - لیلا کے باپ نے لیلا سے کہا اُسنے مجھ سے کہا۔

تارا - تو پھر کیا کرنا چاہیئے۔

کنور - اب یہاں رہنا ٹھیک نہیں کہیں نکل چلو۔

تارا - یہاں سے کیونکر بھاگ سکتے ہیں بہت تیز گئے تو صبح تک دس پانچ کوس چلے جاویں گے پھر کیا ہے ہم پھر یں سوار بعجلتی کر کے لیجائینگے۔

کنور - وزیر کے اصطبل سے دو گھوڑے کھول لے چلیں تو بچ جائیں گے ورنہ موت تو نظر آ ہی رہی ہے۔

تارا نے اپنے خاوند کے حکم کے مطابق کپڑے پہن کر تیار ہو گئی۔ دونوں وزیر کے گھر میں آ کر اصطبل میں آئے سائیس انیوقت پلنگ میں پڑا ہوا دھیڑ بن کر رہا تھا جب گھوڑے کھول کر یہ دونوں تیار ہوئے تو آپ کہنے لگے۔

سائیس - کیوں وزیر صاحب سیر کو چلے۔

کنور - ہاں دن تھوڑا رہ گیا ہے سیر کو آئی

سائیس - آپ چلیں میں حقہ پی کر آتا ہوں -
کنور - ضرور آنا -
سائیس - ابھی لو
یہ کہہ کر سائیس بیخودگی میں پھنس گیا ادھر تارا اور کنور گھوڑوں پر سوار ہو کر سینا سے روانہ ہو گئے -

بارھواں باب

جنگ صحرا

ناظرین یہ وہی رات ہے جبکہ جمیل معہ نوجوان نازنین کے بارش کے خوف سے ایک مکان میں پناہ گزین ہوا ہے اسوقت کنور و تارا ابھی رات کی تاریکی سے گھبرا کر پناہ لینے کی فکر میں ہیں - قضا رکار جب یہ دونوں بھی اسی مکان کے قریب پہونچے جہاں کہ جمیل آکر ٹھہرا تھا تو کنور نے موم بتی جلائی روشنی میں مکان نظر آیا دونوں نے اُس طرف رخ کیا - جب دروازہ پر پہونچے تو شور و غل کی آواز اور تلواروں کی چمک روشنی میں نظر پڑی دونوں یہ دیکھ کر دو چار قدم پیچھے ہٹے بعدہ کنور کا خون جوش کھا گیا گھوڑے سے اُترا اور تلوار ہاتھ میں لیکر اندر گھس گیا تارا اپنے خاوند کو جاتا دیکھ کر خود بھی تلوار سنبھال کر اُسکے پیچھے ہوئی اور اندر جا کر دیکھا کہ چار بہادر ایک طرف سے تلوار چلا رہے ہیں اور دوسری طرف جمیل تنہا دلیری سے اُن سب کا مقابلہ کر رہا ہے -

کنور یہ دیکھ کر ہلہ کرکے دشمنوں پر پل پڑا اور ہتارا نے بھی تلوار چلانی شروع کی۔ یہ حالت دیکھکر دشمنوں کے چھکے چھوٹ گئے جمیل نے اپنے طرف ... اروں کو دیکھ کر ایک پر جوش حملہ کیا کہ ایک کا سر تن سے جدا کر دیا اور دوسرے کو مجروح کیا یہ حالت دیکھ کر باقی ماندہ دونوں بزدل اپنی جانیں بچا کر بھاگ گئے اب اِن تینوں دلیروں نے میدان خالی دیکھ کر ... مناسب سمجھا کہ یہاں سے فرار ہو جائیں کیوں کہ دشمن کمک کے لئے ... گئے ہیں کہیں پیچھے سے حملہ آور نہوں لیس تارا کو مردانہ لباس پہنا ... جمیل کی فوج جہاں مقیم تھی روانہ کیا اور خود جنگل میں ایک جگہ آرام کر ... لگے اور جانے وقت مکان میں آگ لگا گئے تھے تاکہ دشمنوں کا تمام سامان جل جائے۔

کنور۔ لیکن ہما ... ری فوج کیا کل کوہستانی علاقہ کا مقابلہ کر سکے گی۔

جمیل۔ گو ... ہماری فوج کم ہے لیکن فتح سچائی کے ساتھ ہے۔

کنور۔ ... ہم پہچے کیوں کر ہیں۔

جمیل۔ یہ تمھیں جنگ کے بعد معلوم ہوگا میں مدت سے اس امر کا منتظر تھا کہ کسی طرح ایک جنگ عظیم ہو کر فیصلہ ہو جائے شکر ہے کہ وہ موقعہ قریب آگیا۔

کنور۔ ہاں یہ بتاؤ کہ ہم اس مکان میں کیوں کر آئے۔

جمیل۔ یہ سب جواہر کی عیاری تھی جب میں تم لوگوں سے جدا ہوا تو جواہر ایک حسینہ کے بھیس میں آیا کمبخت خوبصورت تو ہے ہی اسوقت میری عقل پر پردہ پڑ گیا اور اُس کے دام میں آگیا اور اُسے ایک معشوقہ تصور کر کے اُس کے ساتھ کو ہستان روانہ ہو گیا جب راستہ میں بارش کا خوف دامن گیر ہوا تو اُس مکان میں جو جواہر نے اسی مطلب کے لئے مقرر کیا تھا پناہ گزین ہوئے تھوڑی دیر بعد جواہر باہر گیا اور معہ تین سواروں کے اسی مکان میں آکر ... مجھ کو ... تم ... یہ لوگ ضرور

مجھے قتل کرڈالے۔

کنور۔ بڑی عیاری کی۔

جیمل۔ بیشک ہماری عزت رہ گئی ورنہ بزدلوں کے ہاتھ سے قتل ہونے میں کیا شک تھا۔

کنور۔ اب آخری وقت ہے نہ معلوم جنگ میں کیا ہو پھر سے ملنا نصیب ہو یا نہو اب براہ مہربانی بتا دیجئے کہ میرا آپ سے کیا تعلق ہے آپ نے بارہا اپنی جان پر کھیل کر مجھے کیوں بچایا۔

جیمل۔ یہ راز ابھی نہ بتاؤں گا اس کا بتانا جنگ پر منحصر ہے اگر ہمیں فتح ہوئی تو اسی وقت معلوم ہو جائیگا۔ ورنہ یہ معاملہ یوں ہی رہے گا۔

کنور۔ (مایوس ہوکر) میں ایسا بدبخت ہوں کہ میرا سچا دوست بھی مجھ سے پردہ رکھتا ہے۔

جیمل۔ نہیں بیٹا مصلحت اسی میں ہے اگر میں جنگ میں کام آگیا اور تم کو اصلی راز معلوم کرنے کی ضرورت ہو تو اُس ضعیف مالن سے دریافت کر لینا جو تمہارے باغ میں رہتی ہے۔

کنور۔ وہ مجھے کیوں بتانے لگی

جیمل۔ (انگشتری دیکر) یہ دکھا دینا وہ فوراً بتا دیگی۔

کنور۔ اچھا یہ تو بتا دو کہ تارا کس کی لڑکی ہے۔

جیمل۔ اُسی مالن کی۔

کنور۔ نہیں میں یہ نہیں مانتا سُنا گیا ہے کہ اسکی تو شادی ہی نہیں ہوئی۔

جیمل۔ (مسکرا کر) اگر سچ پوچھو تو بات یہ ہے کہ میں ابھی تم کو کچھ نہیں بتا سکتا۔

کنور۔ اگر قسمت میں ہے تو ایک نہ ایک دن معلوم ہو ہی جائے گا۔

جیمل۔ اُمید یہ ہے کہ تم بہت جلد جان جاؤگے۔

کنور۔ یہ نمبخت بھی کہاں [illegible] کب سے ہو گیا ڈاکو کو دیکھکے کہ غمزدہ ہو کر تے ہیں

جمیل۔ دسو چکر کیا جواب دوں اصل میں ایک مرتبہ لوٹ کے بال پر میرا اور
اُس کا جھگڑا ہو گیا تھا ورنہ پہلے تو وہ میرے ساتھ ہی رہا کرتا تھا ابھی کنور اور
جمیل میں یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ نیچر کے بہشتی نے لڑائی کے میدان کو دھو
ڈالا خوب زور سے مینہہ برسا اور بجلی چمکنے لگی تو ہمارے ہیرو دوسرے
کنجان درخت کے نیچے چلے گئے۔ تھوڑی دیر میں بارش بند ہوئی
سیاہ معشوقہ اپنے عاشق زار سے حیا کے مارے دامن سمیٹ کر
ایک کونے میں جا چھپی قدرت کے نقارے بجنے لگے اتنے میں شمال
و جنوب کی طرف سے دو فوجیں آتی نظر پڑیں۔ دونوں بہادر اپنی
فوج کو شناخت کرنے لگے تھوڑی دیر بعد معلوم ہوا کہ جو فوج جنوب کی
طرف سے آئی تھی وہ جمیل کی تھی کیونکہ تارا ہاتھ میں تلوار لئے آگے آگے
آ رہی تھی جمیل نے کل فوج کو تین دستوں میں تقسیم کیا وہ دستہ جو سب
سے بڑا تھا اور جس کا پہلے دشمن سے مقابلہ ہونے والا تھا کنور کے سپرد
کر دیا۔ دوسرا دستہ تارا کے ماتحت کر کے تیسرا دستہ اپنے ہمراہ
لیکر پہاڑوں میں غائب ہو گیا غنیم کی ستر ہزار فوج دو دستوں میں تقسیم تھی
اول دستہ کنور کے مقابلہ کے لئے آگے بڑھا دوسری جانب سے راجہ
نے اپنے دلاوروں کو جوش دلایا دونوں طرف سے تیروں کی بوچھار
ہونے لگی ایک طرف راجہ سرخ جھنڈا لئے فوج کے سر پہ کھڑا
تجربہ کاری کر رہا تھا اور دوسری طرف کنور زرد جھنڈا لئے ہر تیر سے
دشمن کا کام تمام کر رہا تھا آن کی آن میں طرفین کے سیکڑوں آدمیوں کا
کام تمام ہو گیا یہ دیکھ کر سب کو جوش آ گیا اور تیروں کو پھینک کر سب فوجیں
آگے بڑھیں اور تلوار و نیزے چلنے لگے چند منٹ میں کشتوں کے پشتے
لگ گئے۔ آفتاب کی زردی مائل شعاعیں بہادروں کے خون سے
رنگی جا کر سرخ ہو گئیں تمام صحرا ہاتھیوں کی آواز سے گونج اٹھا

صحرائی پرندوں کے دل دہل گئے تین گھنٹہ کامل جنگ ہوتی رہی آخر شش
کنور کے بازو پر کسی سپاہی کا ہاتھ لگا کہ ہمارا ہیرو گھوڑے سے نیچے آرہا۔
قریب تھا کہ راجہ جھپٹ کر کنور کا سر تن سے جدا کر دے کہ تارا برق وش چمک کر
آگے آئی اور کنور کو گھوڑے پر سوار کر کے فوج میں جا ملی۔ مرہم پٹی کرا کر کنور پھر
اپنی فوج پر آموجود ہوا لیکن جب دیکھا کہ راجہ کی فوج کے دونوں دستے
اس پر ٹوٹ پڑے تو اپنے دستہ کو لیکر جانب مشرق بڑھا اور اس کی جگہ
تارا نے لی دونوں طرف کی فوجوں میں پھر سرگرمی سے جنگ شروع ہوئی
تارا کی تلوار جدھر جاتی تھی بغیر دو چار کا خاتمہ کئے نہ آتی تھی ہرچند راجہ اور
جواہر نے ملکر حملہ کئے لیکن تارا کی فوج کو نہ ہٹا سکے۔ اثنائے جنگ میں
تارا نے راجہ کے سر پر ایسا نیزہ مارا کہ بیچارے کے سر کے ٹکڑے ٹکڑے
ہو گئے یہ حال دیکھ کر کنور نے تارا کے ہاتھ چوم لئے اور جمیل کے نام کے
نعروں سے آسمان کو گونجا دیا جواہر یہ حال دیکھ کر گھبرایا لیکن اوس کی
فوج نے ایسا دلیرانہ حملہ کیا کہ تارا کو دس قدم پیچھے ہٹا دیا اسی طرح جب
جنگ ہوتے ہوتے آفتاب سر پر آگیا زمین پر سرخ مخمل کا فرش
دلاوروں کے خون نے بچھا دیا ہزاروں سر ٹھوکروں میں آنے لگے اور
جنگ پھر سرگرمی سے شروع ہو گئی تو شمال کی طرف سے باجہ کی آواز سنائی
دی جواہر سمجھا کہ وزیر کمک لے کر آگیا مگر افسوس کہ بیچارے کی کل
عسرتیں خاک میں ملگئیں کیوں کہ دراصل یہ جمیل کی فوج تھی جس نے آتے
ہی جواہر کی فوج پر اس زور سے حملہ کیا کہ مخالفین کے دانت کھٹے
کر دئے۔

شاہی فوج ہر طرف سے گھر گئی آخر مرتا کیا نہیں کرتا جب شاہی فوج نے
یہ حال دیکھا تو جان توڑ حملہ کیا کہ مخالفین کے دانت کھٹے کر دئے
لیکن تا بکے۔ آخر وہ موقعہ آن پہونچا جس کا جمیل منتظر تھا یعنی جواہر جوش

میں آکر جمیل کے مقابل آیا طرفین کی فوجوں نے جنگ بالکل بند کر دی
صرف دونوں بہادروں میں تلوار چلنے لگیں پہلے جواہر نے
جوان مردی کے ساتھ خوب جی لگا کر جمیل پر حملہ کیا لیکن بجز
ایک انگشت کٹ جانے کے جمیل کو ذرا بھی رنج نہ پہونچا جب بوڑھے
فوجی افسر نے دیکھا کہ جواہر کے ہاتھ بالکل تھک گئے ہیں تو ایک تلوار
کا وار ایسا کیا کہ جواہر کا داہنی طرف کا شانہ جدا ہو گیا اور تلوار
ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ جواہر کی یہ حالت دیکھ کر اس کی فوج میدان سے
پشت دکھا کر بھاگ گئی پیچھے سے نیزوں کی بوچھار ہونے لگی بہت ہی
کم سپاہی ایسے خوش قسمت نکلے کہ جان بچا کر بھاگ گئے جب نعشوں
کو دیکھا تو جواہر اور راجہ جے پال کی نعشیں میدانِ جنگ میں خاک و
خون آلودہ ملیں۔
فتح کا باجہ بجنے لگا فوج کے نعروں سے صحرا گونج اٹھا۔ میدان میں
صرف جمیل کی فوج نظر آنے لگی پس اسطرح فتح پا کر جمیل فوج سمیت
تقریباً سات بجے شام کے شہر سینا میں داخل ہوا سلطنت میں
اعلان جاری ہوا کہ کوئی شخص جان و مال کے خوف سے سلطنت چھوڑ
کر نہ جائے کیونکہ فاتح کسی کو ضرر نہ پہونچائے گا اگلے روز دربار کی
تیاریاں ہونے لگیں۔ بڑی شان و شوکت سے جمیل نے دربار میں
کھڑے ہو کر اصل راز یوں بیان کیا۔

جمیل۔ دوستو آپ خیال کرتے ہوں گے کہ اس جنگل میں
بالکل وہ انصاف کیا کہ فتح جمیل کے ہاتھ رہی مگر نہیں یہ غلط فہمی
ہے آپ میں سے اکثروں نے گرنوں گانوں والے برج کا کتبہ
ملاحظہ کیا ہوگا اور ہر ایک نے اس کی اصلیت معلوم کرنے کی کوشش
کی ہوگی۔ لیکن آج تک کسی کو نہیں معلوم کہ یہ معاملہ کیا ہے آج میں

آپ لوگوں پر وہ حال ظاہر کرتا ہوں۔

دراصل معاملہ یہ ہے کہ نرائن سنگھ اس ریاست کا مالک میں ہی ہوں جب مرحوم راجہ جے پال نے جبکہ ڈاکو کی حالت میں وہ تنہا اپنے بازوں سے ملک میرے والد کو قتل کرادیا اور میرے قتل کی اُمید میں پھرنے لگے تو میں پہاڑی غاروں میں چھپ گیا میں شادی شدہ ہوں لیکن میری بیوی ان وجوہات کی وجہ سے میرے پاس نہ رہ سکی۔ پس وہ مالن کا بھیس بدل کر راجہ جے پال کے باغیچہ میں مالن کا کام کرنے لگی اس سے یہ لڑکا کنور پیدا ہوا اسی وقت جبکہ کنور پیدا ہوا تھا اتفاقاً راجہ جے پال کی رانی کے لڑکی پیدا ہوئی رانی نے بدیں خوف کہ راجہ اس جرم پر قتل نہ کرادے کیوں کہ ہم لوگوں میں یہ رواج اب تک جاری ہے کہ لڑکی جننے والی کو معہ لڑکی قتل کر ڈالتے ہیں۔ اپنی خادمہ کو لڑکی دیکر مالن کے پاس بھیجا لڑکی سے لڑکے کا تبادلہ کرلیا وہ لڑکی جو مالن کے لڑکے کنور کے معاوضہ میں ہاتھ آئی یہ وہی تارا تھی یہاں یہ بھی بتادینا ضروری ہے کہ راجہ جے پال جیسا ظالم و بیرحم تھا ویسا ہی عیاش بھی تھا چنانچہ اُس کی عیاشی کا ثبوت جواہر ڈاکو کو آپ لوگوں نے دیکھا ہوگا جو کہ ایک ناکتخدا بہادر کا لڑکا راجہ جے پال کے نطفہ سے تھا۔

پس اے رعیت کے لوگو حق یہی تھا کہ مجھے ریاست ملجاتے سو مل گئی اس میں کسی کا کچھ قصور نہیں جو گردش تقدیر دکھاتی ہے دیکھنا پڑتا ہے میری آج دلی آرزو پوری ہوتی ہے کہ میں اپنے ہاتھ سے فرزند ارجمند کنور کو تخت پر بٹھاتا ہوں تارا اس کی منکوحہ بیوی ہے میں خوش ہوں گا اگر میری رعیت کے لوگ اسی طرح نمک حلال رہیں گے جیسے کہ آپ کے نمک خوار نہیں تھے۔ بزرگوں کے

تھے۔ یہ کہکر جمیل نے رسم تخت نشینی ادا کر کے کنور کو تخت پر بٹھایا اور آپ یاد الٰہی میں مصروف ہو کر بقیہ زندگی بہ آرام گذاری۔

کنور اپنی نیک سیرت و وفادار بیوی کے ساتھ خوش و خرم رہنے لگا اور بعد میں کوئی واقعہ قابل ذکر ان کی زندگی میں در پیش نہیں آیا اسی طرح ریاست میں امن و امان دیکھ کر ہمارے خیالات جانب جنوب روانہ ہو گئے۔ فقط

تمام شد

یہ مشہور و معروف ناول الیکٹرک ابو العلائی پریس چوراہا نائی منڈی آگرہ سے منگائیے

انگریزی ناولوں کے اردو ترجمہ

فطرتی قاتل	عہ	معصوم لڑکی	۸ر
مرغ ارم	۵ر	نازنین بلخ	۴ر
فاتح یورپ	۱۳ر	تاج شہادت	۶ر
امریکن عیار	۸ر	عجیب روشنی	۸ر
حسین لڑکی	۲ر	بچھڑوں کا ملاپ	

تاریخی و اخلاقی دلکش قابل دید ناول

لندن جاسوس	۴ر	زندہ لاش	۸ر
سونے کا جزیرہ	عہ	خونی وکیل	عہ
محاصرہ درہ دانیال	۸ر	چور شاطر	۸ر
ستارہ بیگم یا نادر شاہ کی معشوقہ	عہ	شہنشاہ عیاران	۶ر
		امریکن ڈاکو	۴ر
ترنگ شباب یا بہرہ کی دلہن	عہ	فتنہ	۱۲ر
عاشق مزاج معشوقہ	۱۲ر	کالا شکاری	۴ر
خونی بہن	۶ر	سنہری زلفیں	۵ر
مخمور عاشق	۱۲ر	یہودی سوداگر	۴ر
بن ماں کی بچی	۲ر	پر اسرار شادی	۴ر

مسٹر رینالڈ کے انگریزی ناولوں کے اردو تراجم

محاربات طرابلس	عہ	ولایتی پرستان	عہ
طواف زمین	۱۲ر	شہادت نا گواہاں	عہ

ناول مرزا فدا حسین صاحب خنجر لکھنوی

عروس جاسوس	۸ر	خوش نصیب لڑکی	۱۰ر
امریکن نازنین	عہ	طرحدار بنگالن	۱۲ر
بحری لاش	۱۲ر	خونی آقا	۳ر
انگریز ڈاکو	۶ر	لاڈو بیگم	۲ر
طائر شب	۱۲ر	جنگ طرابلس یا حسن وحمرا	۴ر
خوفناک قتل	۴ر		
خوش نصیب قاتل	۲ر	خطرناک دھوکا	۴ر
خونی بھائی	۸ر	جنگ بلقان یا نسیمی و مینہ	۱۲ر
خدا کی لاٹھی	۳ر	خوفناک سازش	۶ر
خوفناک دوست	۸ر	خوفناک انتقام	۸ر
بنگالی جاسوس	۸ر	بے زبان دوست	۱۱ر
نرالا عاشق	۳ر	اعجاز محبت	۶ر
فطرتی جاسوس	۶ر	خوبصورت کا تحفہ	۶ر

ناول تصنیفات مسٹر انیس احمد بی اے اڈیٹر "حقیقت"

انقلاب روس	۸ر	جنگ مشرق احمد الجنید یا	۶ر
ہاجرہ کی کامیابی	۸ر	جنگ عراق یا نازنین آرمینا	۱۲ر
ہدایت عاشق			

ناول تصنیفات موہن لال صاحب فہم لکھنوی

روپ کماری	۲ر	زبردستی کا خون	
چنچل جاسوس	۶ر	اورنگ زیب	
مستانی جوگن	۸ر	چنچل کماری	۸ر

پتہ: ایس عنوز بخش خواجہ بخش تاجر کتب و مالک الیکٹرک ابو العلائی پریس آگرہ